احکامِ

رمضان المبارک

مبلغِ اسلام حضرت علامہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی ○ لاہور
پاکستان

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

نام کتاب ——— احکام رمضانُ المبارک
مصنّف ——— مبلّغِ اسلام حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعتِ اوّل ——— رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ
جنوری ۱۹۹۸ء
تعداد ——— گیارہ صد
ناشر ——— مسلم کتابوی لاہور
قیمت ——— روپے

ملنے کا پتہ

مُسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور ۵۴۰۰۰
فون نمبر: ۷۲۲۵۶۰۵

عرضِ اوّل

اس خدا کا بہت بڑا احسان ہے جس کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں رمضان جیسا مبارک مہینہ ہم کو ملا۔

رمضان آتا تو ہر سال ہے مگر اس کے آداب و احکام سے بہت کم افراد واقف ہیں۔ مدّت سے ارادہ تھا کہ ناواقف بھائیوں کی آگہی کا کچھ سامان کروں، آخر آب پُورا ہوا۔ بیمار ہوں اور رمضان کا تیسرا روزہ۔ مسائل رمضان و عید حاضر ہیں۔ نہ بہت مفصل نہ بالکل مجمل، انشاء اللہ تعالےٰ ضروریات کے لیے کافی ہیں اور حاجات کے لیے کافی، تاہم اہلِ نظر سے باادب درخواست ہے کہ جو کمی پائیں آگاہ فرمائیں کہ طبع ثانی میں رعایت ممکن، اس عُجالہ میں جو ہو سکا وہ پیشِ خدمت تین دن میں بھی صرف چند ساعتیں مولیٰ تعالیٰ کے دین کی اس خدمت میں گزریں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ قبول فرمائے۔ آمین!

بحرمت طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعینo
والحمد للہ ربّ العٰلمینo

محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری میرٹھ محلہ مشائخاں
۴ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

مُبلّغِ اسلام

حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ اپنے دَور میں جماعت اہلسنّت کے بلند پایہ عالمِ دین، پیکرِ زُہد و تقویٰ، الشیخ طریقت، کامیاب ترین مبلّغ و مُصلح، سحر بیان مقرر و خطیب، صاحبِ طرز شاعر و ادیب اور عظیم مصنّف تھے۔ آپ نے اپنے زبردست تبلیغی مشن کے سلسلہ میں متعدد مرتبہ کم و بیش چالیس مغربی ممالک کا دَورہ فرمایا اور لاکھوں غیر مسلموں کو مشرّف بااسلام کیا۔ آپ کے استادِ گرامی اور مرشدِ طریقت اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی قُدِّس سرّہٗ نے ان کے متعلق فرمایا ۔

عبدِ علیم کے علم کو سُن کر ✲ جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

آپ کے دِل میں عشقِ رسول و محبّتِ مدینۃ الرسول کا جو بے پناہ جذبہ اور پُرخلوص سوز و گداز تھا اس کے انعام و صلہ میں آپ کو اس قابلِ رشک اعزاز و شرف سے نوازا گیا کہ مدینۂ طیّبہ میں وصال کے بعد جنّتُ البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔

احکامِ رمضان المُبارک

حضرت علامہ کی مایۂ ناز اور نہایت معلوماتی تصنیف ہے جس میں رمضان المبارک کے اہم و ضروری احکام و مسائل بہت ہی دل نشیں اور عام فہم انداز میں بیان کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی روزہ رمضان کے ظاہری اور باطنی فوائد و برکات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ورق اُلٹیے اور اس کتاب کے مندرجات سے پُوری طرح استفادہ کیجیے۔

(بصد شکریہ اراکینِ ماہنامہ "استقامت" کانپور جون ۱۹۸۶ء)

ادارہ

فہرست

دینِ عمومی

زندگی گزارنے کیلئے قابلِ عمل طریقہ

دُنیا میں بسنے والے، انسانی صُورت رکھنے والے، آدم زاد کچھ افراد تو دُنیا کی لذّتوں، عیش پسندی بلکہ عیش پرستی میں اس طرح مُبتلا ہیں اور انسانیّت کی باتوں کو چھوڑنے اور حیوانیت سے رشتہ جوڑنے پر اس انداز سے تُلے ہوتے ہیں کہ عقل سے کام لے کر یہ سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں کہ یہ رنگ برنگ مخلوق، یہ زبردست کائنات جس میں ہر چیز کے لیے کام اور ہر کام کے لیے صحیح اہتمام ہے بغیر کسی بنانے والے کے کیونکر ظہور میں آسکتی تھی۔ اور یہ مکمل نظام بغیر کسی چلانے والے اور تدبیر فرمانے والے کے کیونکر چل سکتا ہے؛ پھر جب یہ ظاہر کہ دُنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی کام کے لیے ہو۔ مگر وہ انسان جو عقل و شعور کا مدعی بن کر ان تمام چیزوں سے کام لے، خود کسی کام کے لیے نہ ہو اور اس کی زندگی کا نہ کوئی خاص نصبُ العین ہو، نہ کوئی غرض و غایت، ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ خدا کے وجود سے انکار، ان کا شعار، انہیں نہ کسی دین سے واسطہ، نہ نبیوں، رسولوں، ہادیوں، رہبروں سے سروکار، روحانیت ان کے نزدیک وہم اور اخلاق ایک بے معنی چیز، یہ سمجھتے ہیں کہ: "مادی دُنیا اور اس کی سب لذتیں ہمارے لیے ہیں اور ہم فقط مزے اُڑانے اور فائدہ اُٹھانے کے لیے۔"

ان کے بالکل برعکس کچھ وہ افراد ہیں جو ذرہ ذرہ پتہ پتہ کی زبانِ حال سے کسی خالق و صانع کی آواز سُنتے اور ہر ہر چیز میں اسی کی تخلیق کی نشانیاں پاتے، مادی دُنیا کے پیہم انقلاب کو اس

کے فنا ہو جانے کی دلیل ٹھہراتے، اور مٹنے والی چیزوں سے دل لگانا بے عقلی کی علامت جانتے ہوئے مادیات سے توجہ ہٹاتے، اپنے وجود میں ایک غیر مادی کیفیت، آتما یا رُوح کا ادراک کرتے ہوئے روحِ اعظم، خالقِ عالم سے دھیان لگاتے اور مادی دُنیا سے بے تعلق ہو کر رُوحانی تربیت کے دل فریب نام سے رُوحانیت کے بحرِ ناپیدا کنار میں ڈوب جانے کو اپنی زندگی کا نصب العین بناتے ہیں۔ ان کا اُصول ہے کہ "مادی دُنیا کو چھوڑ دو، روحانی کاموں میں لگو، رُوح کو پروان چڑھاؤ، اور صرف اسی پرماتما کا گیان کرو، اسی سے دھیان لگاؤ کہ مادیات سے بالکل قطعِ تعلق کیے بغیر رُوحانیت کی منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔"

اس نظریہ کے علمبردار مسیحی راہب و راہبات (MONKS AND NUNS) اگر صرف تعلقاتِ اَزدواج کو چھوڑتے، اور عزیز و اَقربا، رشتہ دار اور دوست اَحباب سے مُنہ موڑتے، کلیسا کے گوشوں اور جنگل کے کونوں میں زندگی گزارتے ہیں تو ہندی سادھو، بدھ مت کے بھِکشو ان سے بھی آگے بڑھتے ہیں، ان میں سے اگر کسی نے کہا کہ:

جب مادی دُنیا کو چھوڑا تو پانی کیوں پیتے ہو؟ کھانا کیوں کھاتے ہو؟ سانس کیوں لیتے ہو؟ بلکہ اس جسم سے کام کیوں لیتے ہو؟ تو یہ انتہا پسند، تارکِ دُنیا، بھِکشو اور سادھو کبھی سانس روک کر بیٹھتے، کھانا پانی سب بند کرتے اور کبھی بالکل انتہائی نقطہ پر پہنچ کر اپنے جسم کو ہی آگ میں جلا کر، پانی میں ڈبو کر یا بلندی سے گرا کر ہلاک کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن ذرا سوچیے!

اگر تمام جہان کے انسان مادیت میں ڈوب جائیں، نفسی نفسی چلّائیں، انسانیت و اخلاقیات سے بے پرواہ ہو کر خود غرضی میں مبتلا ہو جائیں تو نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ سب آپس میں لڑ جھگڑ کر تباہ و برباد ہوں اور دُنیا کی یہ انسانی آبادی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔

ان لوگوں کا نظریہ ایک طرف عقل سے دُور کہ خالقِ عالم، ان کی نظر میں کوئی نہیں، دوسری جانب عملی نقطۂ نظر سے دُنیا کو بڑھانے اور ترقی کی راہ پر لانے والا نہیں بلکہ جلد تر تباہ کرنے والا۔

دوسرے نظریہ والے اگر صحیح معنی میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس عالم کا کوئی خالق ہے اور

وہ حکیم[1] و مدبر[2] تو ظاہر ہے کہ اس نے تمام مخلوق اور تمام نظام کو بے کار نہ بنایا ہوگا۔ نکمی چیزیں بنانا، بے عقلی کی بات اور وہ قادرِ مطلق عقلِ کُل، لہٰذا یقیناً سب چیزیں کسی نہ کسی کام کے لیے بنیں۔"

پھر دُنیا جانتی ہے معمولی سمجھ والا بھی سمجھتا ہے۔ دن رات کا تجربہ ہے کہ تمام کائنات انسان ہی کے کام آ رہی ہے پس جب خالقِ کائنات نے تمام عالم کو انسان کے کام آنے کے لیے بنایا تو اس سے کام نہ لینا اس خالقِ حکیم (جَلَّ مَجدُہٗ) کے منشاء کے خلاف، اور اس کی ناراضگی کا سبب، نیز اپنے آپ کو ٹوٹے میں ڈالنے والا۔

یہ بھی سوچیے کہ:

اگر سب انسان اس کائنات سے کام لینا چھوڑ دیں یا سب کے سب سادھو، بھِکشو، تارک الدنیا درویش بن کر معطل ہو کر بیٹھ جائیں تو یہ دُنیا اور اس کی ساری چہل پہل چند ہی روز میں ختم ہو جائے اور خالقِ حکیم قادرِ علیم نے دُنیا کو جس مقصد سے پیدا کیا وہ پورا نہ ہونے پائے۔ لہٰذا اگر سمجھ سے کام لیا جائے تو بہت جلد سمجھ میں آ جائے کہ:

وہ بھی غلط ——— یہ بھی غلط

دونوں انتہا پسند، نہ ان کا راستہ ٹھیک، نہ ان کی راہ صحیح، حقیقی معنوں میں دُنیا کے دونوں دشمن اور پیدا کرنے والے کے منشاء کے دونوں مخالف، بلکہ سچ پُوچھیے تو اپنے نفع و نقصان سے دونوں غافل، ایسا طریق جس پر ساری دُنیا کے انسان چل سکیں، نہ یہ ہو سکتا ہے نہ وُہ!

پھر درمیانی راہ یا سب کے لیے قابلِ عمل طریقہ یا دینِ عمومی کیا ہو سکتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ پتہ پتہ جہاں زبانِ حال سے یہ گواہی دے رہا ہے کہ اس تمام نظام کا وجود میں لانے

---

[1] دانائی کا کام کرنے والا [2] صحیح قاعدہ کے مطابق تدبیر کرنے والا۔

والا ایک حکیم، علیم، مدبر، قادر مطلق ہے اور ضرور ہے جو عدم سے موجود میں لانے والا خالق ہی نہیں بلکہ تربیت دینے والا اور ابتدائی وجود سے اُٹھا کر ہر آن ہر لحظہ ہر قسم کی ضروریات بہم پہنچا کر انتہائی معراج کمال تک پہنچانے والا رب العالمین ہے (جل جلالہٗ وعم نوالہٗ) اور وہ بھی یکتا، نہ کوئی اس کا ساجھی نہ کسی اعتبار سے اس کا شریک وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ: وہاں ہر مخلوق کی صورتِ حال اس امر کی بھی شاہد ہے کہ وہ کسی نہ کسی انسان کے کام آ رہی ہے۔ بس جب تمام کائنات انسان کے لیے ہے تو انسان تو ساری مخلوق سے خدمت لیتا ہے خود اس کے لیے ہونا چاہیے جو سب مخلوق کا خالق سارے جہان اور انسان کا بھی مالک۔

یہی نظریہ ہے جس کو اس مالک حقیقی نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا۔ اپنے پیامبر رحمۃ للعلمین سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین کے ذریعے ہم بندوں تک پہنچایا کہ:

خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعاً۔ (القرآن) — اے انسانو! زمین میں جو کچھ ہے ہم نے تمہارے لیے بنایا ÷

اور

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (القرآن) — جن اور انسان کو ہم نے اسی لیے پیدا فرمایا کہ وہ اللہ کی بندگی کریں ÷

خلاصۂ کلام یہ کہ اے انسان! سارا جہان تیرے لیے ہے۔

اور اے انسان تو خدا کے لیے ہے۔ یہ ہے درمیانی راہ۔

اور اس درمیانی راہ پر چلنے والی اُمت، میانہ رَو اُمت، خدا کے فرمان میں اسی کو سراہا گیا اور فرمایا گیا کہ:

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً۔ (القرآن) — ہم نے تمہیں میانہ رَو اُمت بنایا ÷

اس درمیانی راہ (دینِ اسلام) میں ایک طرف کائنات کی تمام چیزوں کے استعمال کا

طریق سکھایا گیا۔ دوسری طرف اس خالقِ کائنات سے تعلق و رابطہ پیدا کرنے، اُسے جاننے اسے پہچاننے کا سبق پڑھایا گیا اور بندگی کی حقیقت کا راز سمجھایا گیا کہ جس طرح عبادت کی خاص رسمیں اور خاص اندازِ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر و فکر (گیان دھیان) عبدیت کی دلیل اور زندگی کا حقیقی مقصد اسی طرح اللہ کی نعمتوں کا اس کی مرضی کے مطابق استعمال ہی اس کی بندگی کی پہچان، مومن، مسلم یعنی سچے انسان کی یہی شان، اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (القرآن) — یوں کہو کہ میری نماز اور میرے مناسک بلکہ میرا جینا مرنا سب اسی اللہ کے واسطے ہے جو عالموں کا رب ہے:

زندگی کا ہر لمحہ، ہر حرکت، ہر سکون، ہر قول، ہر عمل اسی اللہ کے لیے ہے اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا استعمال اسی لیے ہے کہ وہ راضی ہو، اسی لیے ان سمجھدار انسانوں کو یہ کہکر سراہا گیا۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔ (القرآن) — جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اللہ ہی کی یاد کرتے ہیں ÷

دُنیا والوں نے اللہ کی عبادت اور دُنیا کی چیزوں کے استعمال میں تفریق کی۔ ایک کو دوسرے سے جُدا نہیں بلکہ ضد اور اُلٹا سمجھا، یہاں اُن سب کاموں کو جنہیں اہلِ دُنیا، دُنیاداری سے تعبیر کرتے ہیں۔ خالص دین اور اللہ کی رضامندی کا سبب بتایا گیا ہے۔

کھانا، پینا، سونا، جاگنا، اُٹھنا، بیٹھنا، یہاں تک کہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا سب کو دین کا لقب دیا گیا۔ زندگی کے پورے لائحہ عمل (پروگرام) کا نام ہی اسلام رکھا گیا یہ نقطہ ایک ذرا سے اشارہ میں سمجھایا گیا کہ:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (الحدیث) — تمام عملوں کا دارو مدار نیت پر ہے ÷

خالص عبادت کی صورت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اگر دُنیا میں نام اور شہرت کے لیے ہے تو عین دُنیا، اسے خدا سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہو سکتا اور کھانا پینا شادی بیاہ کرنا اگر اللہ کے لیے ہے کہ اس کی عطا کی ہوئی زندگی کو سنبھالیں اس کی نعمتوں کا اس کی مرضی

کے مطابق استعمال کریں تو یہ عین دین، کھانے پینے کے لیے کس شدّت کے ساتھ حکم ہے کہ:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ (القرآن) — کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو ؛

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ (القرآن) — ہم نے جو پاک چیزیں تمہیں دی ہیں کھاؤ ؛

بلکہ چھوڑنے پر خاص انداز میں تنبیہہ کہ :

لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ (القرآن) — آپ اپنے نفس پر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے حلال فرمائی ؛

اُزدواجی تعلقات کے لیے ارشاد ہوا کہ :

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (القرآن) — عورتوں میں جو تمہیں بھلی معلوم ہوں ان سے نکاح کرو ؛

بلکہ نکاح کو جو خالص دُنیاداری کا کام سمجھا جاتا ہے دین کا جُزو قرار دیا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہہ کے لہجہ میں فرمایا کہ :

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (الحدیث) — نکاح میری سُنّت ہے جس نے میری سُنّت سے مُنہ پھیرا، وہ مجھ سے نہیں ہے ؛

بلکہ یوں جتایا کہ :

اَلنِّكَاحُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ۔ (الحدیث) — نکاح تو آدھا ایمان ہے ؛

جوان آدمیوں کو خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا :

يَا مَعْشَرَ الشُّبَّانِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔ (الحدیث) — اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو بھی خاص قوت رکھتا ہوا سے چاہیے کہ وہ نکاح کرے اسلیے کہ یہ نظر کا بھی محافظ ہے اور شرمگاہ کا بھی ؛

بات صرف اتنی کہ کھانا پینا ہو نکاح، زراعت و تجارت ہو یا کسی ذریعے سے کسبِ معیشت، غرض اور مقصد کا معیّن ہونا ضروری، وہ نصب العین بنا دیا گیا کہ، یوں کہو کہ :

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (القرآن) — ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ؛

اب سوچیے کہ ایک طرف وہ ہے جس نے خدا کو چھوڑا، دُنیا ہی کا ہو رہا۔ دوسری طرف وہ ہے جس نے دُنیا کو چھوڑا اور سمجھا کہ میں خدا کا ہو گیا اور ان دونوں کے درمیان وہ جس نے دُنیا کی تمام چیزوں سے بھی فائدہ اُٹھایا اور اصل نصب العین ذاتِ ربُّ العالمین سے بھی دل لگایا، اس کی بندگی کی اسے جانا، پہچانا بلکہ پایا۔

یہ ہے میانہ رَو اُمّت اور اسی کا نام اُمّتِ مسلمہ، اُمّتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میانہ رَو اُمّت کو جہاں کھانے پینے اور جماع کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہاں ایک وقتِ خاص میں ان کاموں کو چھوڑ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونے، اور تربیتِ اخلاقی و رُوحانی کرتے ہوئے

رُوحانیت کے اعلیٰ مَدارج

یہ فائز ہونے کا سبق بھی پڑھایا گیا، جہاں یہ کہا گیا کہ :

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ (القرآن) — اور ہم نے رات کو پردہ پوشش بنایا اور دن کو معاش کے لیے ؛

وہاں یہ بھی سُنایا گیا کہ :

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (القرآن) — یقیناً نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے ؛

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ — نماز قائم کیجیے سُورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن (نماز فجر) یقیناً صبح کے قرآن (نماز فجر میں) فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور رات کے کچھ حصّہ میں تہجد کی نماز ادا کرو یہ آپ کے لیے نفل ہے عنقریب آپ کا رب ایسے مقام پر پہنچائے گا

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (القرآن) جہاں سب آپ کی تعریف کریں گے ؛

اور تربیتِ نفس کے لیے جتایا گیا کہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ	جس طرح تم سے اگلوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ	پرہیزگار بن جاؤ گنتی کے (چند) دن ہیں ان
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ	میں بھی تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ	روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جنہیں اس کی
يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ	طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا
فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ	پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کریں تو وہ اس کے
وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ	لیے بہتر، اور روزہ رکھنا تمہارے لیے اچھا ہے
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ	اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ ہے جس میں
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى	قرآن اُترا جو لوگوں کے لیے بذاتِ خود
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى	رہنمائی ہے اور جو فیصلہ کی روشن
وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ	باتیں، پس تم میں جو بھی یہ مہینہ پائے اس
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (القرآن)	میں روزہ رکھے ؛

کھانے، پینے، سونے، جاگنے، اَزدواجی و تمدنی و معاشرتی آداب دوسری کتابوں میں مطالعہ فرمائیں۔ یہاں تربیتِ نفس، درستیٔ اخلاق اور ارتقاءِ روحانی کی وہ ترکیب سیکھیے جو کمالِ انسانیت کے درجہ تک پہنچاتی ہے اس تدبیر کا نام اصطلاحِ قانونِ اسلام میں صوم، روزہ ہے، اور اس کی غرض و غایت یہ کہ، نقطۂ اعتدال، انسانیت سے دُور رکھنے والے جس قدر جراثیم ہیں وہ ہلاک ہو جائیں اور اس تدبیر کو عمل میں لانے والے اخلاقی و روحانی امراض سے بچ جائیں قرآن میں آیا :

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (القرآن) تاکہ تم متقی بن جاؤ ؛

یعنی ہر اس بات سے محفوظ ہو جاؤ جو تمہیں نقصان پہنچانے والی ہے۔

روزہ کیا چیز ہے؟

ہر مذہب و ملت میں خدا کی عبادت کے طریقوں کے لیے تپسیا اور ریاضت کو ایسا لازمی بتایا گیا کہ خدا کے عرفان اور پہچان کا دروازہ کھلتا ہی نہیں جب تک تکلیفیں اُٹھانے اور مشقتیں جھیلنے کی سخت سے سخت راہوں سے نہ گزر لیا جائے۔ تم کسی کو کانٹوں پر لیٹا، برسوں بنا سیتی پہ گذرتا دیکھتے ہو، کسی کو بیوی بچوں سے الگ تھلگ صلیب گلے میں ڈال گرجا کی چار دیواری میں مقید پاتے ہو، یہ سب کچھ کیوں؟ کہنے کے لیے تو صرف اسی غرض سے کہ خدا ملے، اور اس کی راہ ہاتھ لگے، نفسانی و شہوانی جذبات و خواہشات مٹیں، اور روحانیت کو ترقی ہو، ایسا کرنے سے یہ ہوگا یا نہیں؟ اسے تو خدا جانے مگر قربان جائیے اس رسولِ عربی فداہ اُمّی و اَبِی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنہوں نے سب تکلیفوں سے بچایا، سب مشقتوں سے چھڑایا۔ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ۔ (اسلام میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر دنیا داری کے قصّوں سے الگ تھلگ ہو رہنا ہے ہی نہیں) فرما کر مختلف العناصر انسان کے مزاج و فطرت کے مطابق ایک طرف خواہشاتِ نفسانی پورا کرنے کے صحیح اور مناسب طریقے بتائے۔ دوسری جانب نفس کُشی اور ترقیٔ روحانی کے لیے وہ مبارک صراطِ مستقیم پیش فرمائی کہ ؎

از حضرتِ مختار: محنت کم اور اُجرت زیادہ سبحان اللہ فضل ہوئی۔
ہے یہ سب احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سر کے بالوں سے پیر کے ناخن تک بدن کے ہر ہر حصّہ کا ہر ہر جُزو ہر وقت آپ کی توجہ اپنی طرف مائل رکھتا ہے، ظاہری بدن کہتا ہے مجھے ٹھنڈی ہوا لاؤ گرمی لگتی ہے، کبھی کہتا ہے آگ یا دھوپ کی گرمی لاؤ مجھے سردی لگتی ہے، پھیپھڑا اور دل

کہتا ہے ہوا لاؤ میں گھبرایا، پیٹ کہتا ہے کھانا لاؤ میں بولایا دن رات کے چوبیس گھنٹے بلکہ سال بھر کے بارہ[12] مہینے اسی اُدھیڑ بُن میں رہے ایک منٹ بھی اسی لیے نہ ملا کہ اطمینان کے ساتھ یکسوئی حاصل کرکے کوئی اور کام بھی کر سکے۔

بِلا تمثیل ننھے ننھے بچے صبح سے شام تک آپ کے پاس کھیل رہے ہیں۔ کوئی بال نوچتا ہے، کوئی ہاتھ پکڑتا ہے، کوئی کچھ ضد کرتا ہے، کسی کا کچھ کہنا ہے، اگر نہ مانو تو روئیں چلائیں، گھر بھر کو سر پر اٹھائیں، مقدمہ کی مثل ترتیب دینی ہے عدالت کا بیان تیار کرنا ہے، بحث کی صورت سوچنی ہے، انجینئر ہو تو نقشہ بنانا ہے، نشیب و فراز پر غور کرنا ہے طبیب ہو تو مریض کو دیکھنا ہے نسخہ لکھنا ہے، بچوں کے ہوتے ہوئے ان کے روتے دھوتے نہ کام نہ پڑھنا، نہ کھانا ہوگا نہ سونا۔ نہ اچھی طرح بات کرنا نصیب ہوگا نہ کام بنانا اور جتنا ان کی ضدوں کو پورا کرتے جاؤ گے اسی قدر اور بڑھتی جائیں گی۔

النفس کالطفل ان تهمله شب علیٰ حب الرضاع وان تفطمه ینفطم

اسی طرح نفس کا طِفل شیر خوار بھی تمہیں دِق کر رہا ہے اس کی ضدیں، نت نئی اس کی ہٹیں عجیب و غریب لاکھ بہلاؤ نہیں بہلتا، کتنا بھی بہلاؤ نہیں سنبھلتا بچوں کو تھوڑی دیر کے لیے الگ کر دو، ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلو کام سے نمٹ لو۔ اس بچے کی طرف سے بھی تھوڑی دیر کے لیے نظر ہٹاؤ، صبر کی چادر اس کو اُڑھاؤ، قناعت کی لوری اسے سناؤ۔ مُژدہ جنت کی تھپکیاں دے دے کر بہلا بہلا کر اسے سلاؤ، اسے تھوڑی دیر کے لیے نفس و ہوا سے چھٹی پانے اور خدا کی یاد میں ہمہ تن مستغرق ہو کر عرفان کی راہ کو طے فرمانے کیلئے عبادتِ الٰہی بجالانے کی نیت سے طلوعِ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور ہم بستری سے بچنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں صَوم، یعنی روزہ ہے ؎

(از حضرت عم محترم مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم)

روزہ کیا چیز ہے بتائیں تمہیں حرص کی قید، نفس کی تہدید

تیس دن بھوک پیاس کو روکو یہ ریاضت ہے آدمی کو مفید
سب کو بھولو، کرو خدا کو یاد سب کو چھوڑو بجز خدائے وحید
دو جہاں میں اسی کا جلوہ طویل ہے ہے وہی مثلِ آفتاب پدید
دل کی آنکھوں سے دیکھیے لیکن کہ خدا را بچشم نتواں دید
وحدہٗ لا الٰہ الا ہو ! کچھ نہیں ہے سوائے ربِّ مجید
تا بمقدور کیجیے تہلیل تا بامکان چاہیے تمہید

نفس کی خواہشات کا خلاصہ ہے کھانا، پینا اور ہم بستر ہونا، صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اس سے کہدو کہ بس آرام کرو، صبر کرو، ٹھہر جاؤ، غروبِ آفتاب کے بعد سے سب کچھ دے دیں گے، اتنی دیر کی بات ہی کیا ہے ایک مرتبہ پوری ہمت و استقلال و جرأت کے ساتھ، شفقت آمیز تنبیہ کے لہجہ میں کہہ دیا کہ:

"بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ رمضان کا مہینہ ہے کل دن بھر کے لیے ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ روزہ دار رہیں گے"۔

نفس کچھ مچلے گا، شرارت کرے گا، روکتا تو اسی وقت سے لیکن ارادہ میں تذبذب ہے، سوچ بچار ہے۔ کچھ اگر مگر ہے، ضحوۂ کبریٰ[1] تک وقت ہے مجبوراً اس وقت تک نکے رہو تو ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے عزم بالجزم ضرور کرلو۔ نیت اس وقت تک کی معتبر، پھر بیکار، یہ ہے روزہ کی صورت۔

---

[1] آفتاب کے خط نصف النہار شرعی پر آنے کا وقت ۱۲ ۔

رَمَضَانُ المُبَارَک کا مہینہ

یعنی

رُوحانی مَوسمِ بہار

سارے موسموں میں بہار کا موسم جب آتا ہے، پھُول کھلتے ہیں، پھَل نکلتے ہیں۔ رحمت کا پانی برستا ہے، برگ و شجر ہی نہیں، انسان، حیوان، سب میں تازہ جان آتی ہے، کمزور و بیمار بھی صحت و توانائی پاتے اور زندگی کا لُطف اُٹھاتے ہیں۔

مادی معلومات رکھنے والے، آلات و وسائل کام میں لاتے، حساب لگاتے قیاس آرائی فرماتے اور اپنے تجربہ ماضی کی بناء پر اس موسمِ بہار کی خبریں سُناتے اور ترانے گاتے ہیں۔

رحمتِ الٰہی بارش کی صُورت میں جلوہ نما ہو، ظاہری آنکھیں اسے دیکھیں روحانی برکتیں، رُوحانی رحمتیں، گناہوں کی مغفرت، عذاب سے نجات، جنّت کی بشارت، اور قلب و رُوح کو طمانیت بخشنے کی شکل میں جب نمودار ہوں، روحانی آنکھیں ہی انہیں دیکھ سکتی اور معلوماتِ رُوحانی رکھنے والے ہی ان کے نُزول کے اَوقات جان سکتے ہیں۔

مرکزِ معلومات، خالقِ کائنات کہ حقیقۃً وہ اور صرف وہی بالذّات علیم و خبیر (جَلَّ مَجۡدُہٗ) اس نے جن کو بتایا جن کو سکھایا اُن کی شان میں فرمایا:

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (القرآن)	آپ کو وہ سب کچھ سکھایا جو آپ نہ جانتے تھے ؛
عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (القرآن)	ان کو ہم نے اپنے پاس سے علم عطا فرمایا ؛

وہ نبی و رسول کہلائے۔ انہوں نے اس ربّ سے سیکھا۔ اس کے بندوں کو سکھایا روحُ الامین (سلام اللہ علیہ) عرشِ معظّم سے آتے وحیِ الٰہی لاتے، قرآنِ عظیم میں ربِّ کریم نے خود فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيْهِ (القرآن)	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ؛
إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا	یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں
أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ	اُتارا، اور آپ کیا جانیں کہ شبِ قدر کیا ہے؟
خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ	شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر اس میں فرشتے
الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ	اور جبرئیل اُترتے ہیں، اپنے ربّ کے حکم سے
رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ	ہر کام کے لیے، سلامتی ہے، صبح کے طلوع
حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ (القرآن)	ہونے تک ؛

رسولِ معظّم، نبیٔ مکرّم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم الٰہی سے جو سیکھا، اُسے ہم تک اس طرح پہنچایا کہ:

إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ	جب رمضان شروع ہوتا ہے جنّت کے دروازے
الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ	کھولے جاتے ہیں جہنّم کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور
وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔ (الحدیث بخاری مسلم)	شیطانوں کو زنجیروں میں باندھا جاتا ہے ؛

آخر شعبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْتَقِصَ

مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهٖ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ. (مشکوٰۃ)

اے انسانو! یقیناً تم پر ایک بڑا مہینہ سایہ افگن ہوا۔ یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے (دنوں کے) روزے اللہ نے فرض فرمائے اور اس کی راتوں کو نفل نمازوں کے لیے بنایا جو اس میں کسی اچھی عادت کے ذریعہ اللہ سے نزدیکی چاہے وہ ایسا ہے جیسے رمضان کے ماسوا کسی مہینہ میں فرض ادا کیے اور جس نے اس مہینہ میں فرض ادا کیے وہ ایسے ہیں جیسے رمضان کے ماسوا کسی وقت میں ستر فرض ادا کیے وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت۔ وہ غمخواری کا مہینہ ہے اور وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جس نے رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اُسے جہنم سے آزادی دی جاتی ہے اور اسے بھی اس کے روزہ کا پورا ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے سب ایسے نہیں جن کے پاس ایسی چیز ہو جس سے روزہ دار کو افطار کرائیں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسے بھی دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور یا گھونٹ پانی بھی دے اور جو شخص روزہ دار کا پیٹ بھرے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا جس کے پینے کے بعد پیاسا نہ ہو۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کا اوّل

رحمت ہے اور درمیانی زمانہ بخشش اور آخری زمانہ جہنم سے آزادی ؎

یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہر رات منادیٔ غیب آوازیں دیتا ہے کہ "اے نیکی طلب کرنے والے! متوجہ ہو اور اے بُرائی کے چاہنے والے باز رہ"

اس مہینہ کی پہلی ہی رات سے ربِ عظیم اپنی مخلوق کی طرف خاص نظرِ رحمت فرماتا اور وہ جب کسی بندہ کی طرف خاص نظرِ کرم فرماتا ہے، اُسے عذاب نہیں دیتا۔

اس مہینہ میں ہر روز دس لاکھ گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرمایا جاتا ہے۔ جب ۲۹ ویں تاریخ آتی ہے تو مہینہ بھر میں جتنے آزاد ہوتے، اُن کے مجموعے کے برابر اس ایک رات میں آزاد کیے جاتے ہیں۔

افطار کے وقت روزہ دار کی دُعا کبھی رَد نہیں کی جاتی، اور روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک سے زیادہ خوشبودار سمجھی جاتی اور روزہ کو سپر اور دوزخ سے حفاظت کا مضبوط قلعہ بنایا جاتا ہے۔ سب نیک اعمال کا بدلہ معین، مگر روزہ کے لیے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ (القرآن) — روزہ میرے لیے اور میں خود اس کا بدلہ ہوں ؎

یا یوں کہیے کہ:

اَنَا اُجْزٰی بِهٖ — اس کے بدلہ میں، خود میں ملتا ہوں اپنا جلوہ دکھاتا ہوں۔ اپنے وصال سے شادکام بناتا ہوں ؎

سبحٰن اللّٰہ وبحمدہٖ ؕ ذٰلِكَ فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء واللّٰہ ذو الفضل العظیم ؎

رمضانُ المبارک کا چاند
اور
روزہ کے بارے میں دیگر احکام

یہ جاننے کے بعد کہ "اسلام" انسانی زندگی کا مکمل لائحہ عمل (پروگرام) ہے۔ اس لائحہ عمل کی جس دفعہ کو بھی ترک کیا جائے گا، انسانی زندگی میں ضرور فتور آئے گا دفعات میں بعض نہایت اہم کہ ان کے چھوڑنے سے نقشہ ہی بدل جائے، اسلامیت ہی رخصت ہو جاتے بعض ایسی کہ ڈھانچہ اگرچہ سلامت رہے مگر خدوخال بگڑ جائیں مسلم وغیر مسلم میں امتیاز دشوار ہو جائے۔

ان اہم دفعات میں سے ایک دفعہ روزہ ہے۔ حدیث میں آیا کہ:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ	کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد
وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ	صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز[2] کو ادا کرنا
وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔	زکٰوۃ[3] دینا، حج[4] کرنا، اور رمضان[5] کے مہینہ میں روزہ رکھنا:

ایک بار سمجھ لینے کے بعد ان دفعات میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے والا اسلام سے خارج بلکہ انسانیت سے دُور، اس کے وجود میں کفر کا زہر پیدا اور اس زہر کے دوسروں میں پھیلنے اور ملت کے پورے نظام کے بگڑنے کا اندیشہ، اسی لیے شریعتِ اسلام میں اس پر بعد تحقیق ارتداد کا حکم اور قاضی کے دربار سے سخت ترین سزا، جس نے فرض جانا لیکن جان بُوجھ کر بغیر کسی عذر کے عمل نہ کیا وہ بھی تعزیر کے قابل، مجرم کو حکومت کے قانون کو توڑنا، نظام کو بدلنا ہر حکومت کے نزدیک جُرم اور اس قسم کے ہر جُرم کے لیے عدالت میں پیشی اور ثبوت جُرم کے بعد سزا معیّن۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ رمضان کے مہینہ کے ہر دن میں صبح صادق سے، غروب آفتاب تک روزہ رکھنا خدا کی بادشاہت کے ہر وفادار بندے پر لازم اور رمضان کے ہوتے ہوئے جس نے بے عذر روزہ نہ رکھا، وہ قانون شکن باغی اور مجُرم۔

تو سب سے اوّل یہ ضروری کہ رمضان کا آنا معلوم ہو جائے۔ رمضان ایک قمری مہینہ کا نام ہے۔ اس کا آنا چاند دیکھنے پر موقوف۔

شمسی مہینوں کا حساب ہیئت کے قواعد پر مبنی ہے اور کیسی ہی اچھی سے اچھی دُوربینوں سے کیوں نہ کیا جائے بہرصورت حساب، حساب ہے اور تخمینہ، تخمینہ، فروری کے ۲۸ اور ۲۹ دن اور بعض کے ۳۰ بعض کے ۳۱ دن یا ہندی حساب میں لوند کا مہینہ کیوں ہوتے، محض اس لیے کہ یہ ایک حساب ہے اور اس کو قانونی اصطلاح میں "ظن" گمان کہا جائے گا، یہی حساب چاند کے متعلق بھی کیا جاتا ہے اور کہا اور لکھا جاتا ہے کہ فلاں دن فلاں جگہ چاند دکھائی دے گا، کیا یہ علم یقینی و قطعی ہو سکتا ہے؟

نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ یہ بھی اسی طرح ظنی مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ حساب والے کسی دن کسی مقام پر اپنے حساب کے مطابق چاند نمودار ہونے کا اندازہ لگاتے ہیں مگر وہ نہیں دیکھا جاتا، لہٰذا کسی اندازہ تخمینہ یا حساب کے مطابق ہم اپنے دنیوی کاروبار جس طرح چاہیں چلائیں، فلسفہ قانون کا مسلّمہ مسئلہ ہے کہ اثباتِ جُرم کے لیے جب تک قطعی عینی شہادت نہ ہو کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاتا بلکہ ادنیٰ شبہ کا فائدہ ہمیشہ مجرم کو دیا جاتا ہے۔ اندازہ اور تخمینہ کی دلیلیں خواہ کیسی ہی قوی کیوں نہ ہوں، حاکم عادل، آنکھوں دیکھی شہادت کے بغیر کسی کو مجرم قرار نہیں دے سکتا۔

شہادت کے سلسلہ میں دُنیا کی تمام منظّم حکومتوں اور عالم کے تمام سمجھدار قانون سازوں نے لازمی اور ضروری قرار دیا ہوا ہے کہ گواہ جو بھی ہو اس کا بے پردہ و بے حجاب حاکم کے سامنے آنا ضروری۔ اگر وہ پردہ نشین ہے تو شناخت کے ایسے گواہوں کا موجود ہونا لازمی۔ جو اس کی

صورت دیکھ کر پہچان سکیں کہ یہ وہی گواہ ہے، جس کی شہادت ہمیں مطلوب، یہ کیوں؛ اس لیے کہ گواہ کے بیان کو حاکم تک پہنچانے والی دو چیزیں ہو سکتی ہیں آواز یا تحریر۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مانی ہوئی کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ اور ایک تحریر دوسری تحریر کے جیسی ہو سکتی ہے۔ جب مشابہت کا شبہ موجود ہو تو حکم قطعی نہیں دیا جا سکتا کہ بولنے والا یا لکھنے والا حقیقتاً یقیناً وہی ہے جس کا بیان لینا ہے۔

جو نہی شبہ پیدا ہوا شہادت یقینی نہ رہی اور جب شہادت یقینی نہ رہی حکم یقینی نہیں ہو سکتا، شبہ کا فائدہ مجرم کو دیا جائے گا۔

اس زمانہ میں جسے انتہائی ترقی کا زمانہ کہا جا رہا ہے، جابجا ٹیلیفون، تار، بلکہ لاسلکی فضائی جال بچھا ہوا ہے۔ ہم اپنے دنیوی معاملات میں ان خبروں پر اعتماد کرتے اور کلام چلاتے ہیں مگر کسی معمولی سی معمولی حاکم کو بھی ادنیٰ سے ادنیٰ عدالت میں قانوناً اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ کسی کی گواہی ٹیلیفون ٹیلیگرام یا لاسلکی ذریعہ سے قبول کر کے حکم دے اور کسی کو مجرم ٹھہرائے اگرچہ، جدید طریق پر ریڈیو (ٹیلیویژن) میں آواز سنتے وقت اس کی تصویر ہی کیوں نہ نظر آ جائے۔

جب ایک طرف یہ بات ثابت ہو چکی کہ رمضان کے دن روزہ رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر قانوناً لازم اور بغیر عذر اس کا چھوڑنا قانونی جرم، اسی طرح شریعت کے مطالعہ سے واضح ہو گا کہ بعض دن ایسے جن میں روزہ رکھنا جرم یعنی شوال کی پہلی تاریخ اور ذوالحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، تو تاوقتیکہ شرعی شہادت سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فلاں دن رمضان کا دن ہے اور فلاں دن شوال کی پہلی، کسی کو روزہ نہ رکھنے کا مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا، جرم کا عدالت میں ثابت ہونا اور اس پر سزا دیا جانا تو بڑی بات ہے کسی مسلمان کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کے متعلق گمان بھی کر سکے کہ اس نے روزہ رکھ لیا یا روزہ نہ رکھنے کا جرم کیا ہے کہ یہ بدگمانی خود جرم۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (القرآن) — بعض گمان بھی گناہ ہوتے ہیں ؎

شریعت اسلام ایک قطعی اور یقینی عقل کے مطابق الہامی قانون ہے۔ اسی لیے اس کے تمام کاروبار کا دار و مدار یقینی آنکھوں دیکھی بات پر ہوگا، ظن غالب، کے سبب بعض معاملات میں کوئی بھی شخص محض اپنی ذات کے لیے کوئی فیصلہ کر لے، اسے اس کی ذات تک جائز رکھا جائے گا، لیکن دوسروں کو مجبور کرنے اور عمل نہ کرنے کے سبب گنہگار کہنے یا سمجھنے کا ہرگز کسی کو اختیار نہیں دیا جا سکتا۔

اسی لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا مہینہ ثابت ہونے کے لیے چاند دیکھنے کو شرط ٹھہرایا اور حکم قطعی سنایا کہ:

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَأَفْطِرُوْا	چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (عید کے دن) جب
لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا	تک چاند نہ دیکھ لو افطار نہ کرو اور اگر تم پر ابر کیا جائے
عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ۔ (بخاری و مسلم)	تو شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کر دو ؎

مسلمانوں کو تاکید کی گئی اور شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ ان پانچ مہینوں کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا تمام مسلمانوں کے لیے واجب کفایہ یعنی ایسا لازم ٹھہرایا گیا کہ اگر چند نے ادا کیا تو سب سے ادا ہو گیا اور کسی نے بھی دیکھنے کی کوشش نہ کی تو سب پر بوجھ رہا۔

ابر و غبار کی حالت میں رمضان کے چاند کے ثبوت کے لیے ایک عاقل بالغ عادل[1] مسلمان مرد یا عورت کی بھی گواہی مقبول، مہینوں کے چاند کے لیے اگر ابر ہے تو دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ورنہ بہت سے لوگوں کی شہادت ضروری شعبان کی ۲۹ کی شام کو چاند دیکھیں اگر دکھائی دے جائے تو اگلے دن روزہ رکھیں ورنہ شعبان کے ۳۰ دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔

یوم شک یعنی شعبان کی تیس ۳۰ تاریخ کو خالص نفل کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں۔ یہ تردد بھی نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ورنہ نفل اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ تو بھی مکروہ ضحوۂ کبریٰ[2] تک انتظار کریں شاید کہیں سے خبر آ جائے، خبر نہ آئے تو ضرور کھائیں، شک کا روزہ نہ رکھیں۔

---

[1] عادل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کم از کم کبیرہ گناہوں میں مبتلا نہ ہو اور صغیرہ گناہ بار بار نہ کرتا ہو اور بے حیائی کے کاموں سے بچتا ہو، منہ غفرلہ۔ [2] آفتاب کے نصف النہار شرعی پر آنے کا وقت ؎

ہیں۔ رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا۔ شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزے شروع کیے، اور اٹھائیس دن ہی ہوئے تھے کہ شوال کا چاند دیکھا گیا۔ اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ قضا رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا بلکہ رجب کی تیس تاریخ پوری کرکے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا رکھیں، اگر دن میں زوال سے پہلے یا بعد کسی وقت چاند دکھائی دے تو وہ آنے والی رات ہی کا سمجھا جائے گا۔ ایک جگہ چاند ہوا تو تمام جہان کے لیے اس کا ہونا ثابت مگر دوسری جگہ شرعی ثبوت کے بعد اُس کو مانا جائے گا۔

روزہ نہ رکھنے کے عُذر یا رُخصت

① سفر ② حمل ③ بچّے کو دودھ پلانا (رضاعت) ④ مرض ⑤ بڑھاپا ⑥ ہلاک ہونے کا خوف ⑦ ایسی زبردستی جس میں جان جانے کا ڈر ہو ⑧ عقل کا نقصان ⑨ جہاد

سفر ہماری طرف کے چھتیس کوس یا انگریزی اڑتالیس میل گھر سے باہر جانا ہو تو یہ شرعی سفر کہلائے گا۔ اجازت ہے کہ جن دنوں میں ایسا سفر کرے، روزہ نہ رکھے، چاہے سفر کسی تیز سواری، ہوائی جہاز، ریل یا موٹر کے ذریعہ چند ہی گھنٹوں میں کیوں نہ طے ہو جائے، اور اگر رکھ لے تو ثواب ملے گا۔ دن میں سفر کیا تو دن کا روزہ افطار کرنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں۔ البتہ اگر سفر شروع کرنے کے بعد توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئے گا مگر گنہگار ہوگا۔ اگر سفر کرنے سے پہلے توڑا، یا سفر شروع کیا اور کسی ضرورت سے رستے ہی سے گھر واپس آیا اور گھر پر آکر روزہ توڑا تو کفارہ بھی واجب، ضحوۂ کبریٰ سے پہلے گھر پہنچ لیا اور ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ کی نیت کر لینا واجب کہ اب سفر نہ رہا۔

کسی ایک شخص نے رمضان کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی شرعی وجہ سے نہ مانی گئی تو وہ خود روزہ رکھ لے، جس عادل شخص (مرد یا عورت) نے رمضان کا چاند دیکھا اس پر واجب ہے کہ اسی رات میں گواہی دینے کے لیے چل دے، کسی نے گاؤں میں چاند دیکھا اور وہاں کوئی پڑھا لکھا قاضی امام ایسا نہیں جس کے پاس گواہی دے تو گاؤں والوں کو جمع کرکے ان کے سامنے گواہی دے۔ اگر وہ عادل ہے تو لوگ اس کی بات پر عمل کریں۔ اگر مطلع صاف ہے تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ اس کے لیے کتنے آدمی چاہئیں یہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے جتنے گواہوں سے اسے غالب گمان ہو جائے حُکم دے دے، البتہ رمضان کے چاند کی گواہی ایسی حالت میں بھی اگر ایک مستور[1] تک یوں دیتا ہے کہ بستی سے باہر بلند جگہ سے میں نے چاند دیکھا تو اس کا اعتبار کیا جائے گا اور رمضان کا حُکم دیا جائے گا۔

اگر کچھ لوگ کسی مقام پر آکر یہ بیان کریں کہ فلاں جگہ چاند ہوا۔ بلکہ اگر یہ گواہی بھی دیں کہ فلاں فلاں شخصوں نے دیکھا اگر یوں بھی کہیں کہ وہاں کے قاضی نے روزہ افطار کرنے کے لیے لوگوں سے کہا تو یہ سب طریقے ثبوتِ رُویت کے لیے کافی نہیں، ہاں اگر کسی شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک نے اس امر کی خبر دی کہ فُلاں دن عام طور پر چاند ہوا سارے شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں کے لوگوں نے فلاں دن روزے رکھے تو یہاں والوں کے لیے بھی رُویت کا ثبوت ہو جائے گا۔

انتیس ۲۹ شعبان کو اَبر تھا۔ ایک شخص نے چاند دیکھنے کی گواہی دی جو مانی گئی۔ اب عید کا چاند اگر ابر کے سبب انتیس کو نہ دیکھا گیا تو تیس روزے پورے کرکے عید کرلیں اگر مطلع صاف ہے تو اس کے بعد بھی عید نہ کریں۔ بلکہ اگلے دن چاند دیکھیں، ہاں اگر دو عادل گواہوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہوا۔ تب البتہ تیس ۳۰ دن پورے ہونے پر بغیر چاند دیکھے عید کر سکتے

---

[1] مستور وہ ہے جس کا ظاہر شریعت کے مطابق ہو اور مزید حالات کا پتہ نہ ہو۔ منہ غفرلہٗ

حمل

دودھ پلانے والی اور حمل والی کو اگر اپنی جان یا بچّے کی جان کو نقصان پہنچنے کا صحیح اندازہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے، دودھ پلانے والی چاہے بچّے کی ماں ہو یا نوکرانی۔

مریض

مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا کمزور تندرست کو بیمار ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اجازت ہے کہ اُس دن روزہ نہ رکھے۔ غالب گمان کی تین شرطیں ہیں۔ پہلی[1] اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہو۔ دوسری[2] اس شخص کا ذاتی تجربہ ہو یا کسی مسلمان[3] طبیب حاذق نے اس کو بتایا ہو۔ طبیب حاذق کے لیے شرط ہے کہ وہ دیندار مسلمان ہو، فاسق و فاجر اور بدکار نہ ہو اگر کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے روزہ توڑا تو کفارہ لازم آئے گا حیض یا نفاس والی عورت کو جب حیض یا نفاس آگیا، تو روزہ جاتا رہا۔ جب پاک ہو جائے تب روزے رکھے، ان دنوں میں بھی چھُپ کر کھائے پیئے تو بہتر، اگر رات کو ایسے وقت پاک ہو کہ صبح ہونے میں اتنی دیر ہے کہ نہا کر تھوڑا سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اور نہاتے ہی میں صبح صادق ہو گئی تو اس دن کا روزہ بھی نہیں۔

اِستحاضہ

روزہ سے بچنے کے لیے عذر نہیں، مگر اسی شکل میں کہ وہ مہلک مرض کی صورت رکھتا ہو۔ سانپ نے کاٹا اور جان کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں روزہ توڑ دے، ایسا بوڑھا کہ بڑھاپے کی کمزوری اور گرمی کی شدت کے سبب روزہ نہ رکھ سکے، لیکن جاڑوں میں یا کچھ قوّت آنے کے بعد رکھ سکے گا تو اس کو اجازت ہے کہ اب روزہ نہ رکھے، دوسرے کسی وقت جب رکھ سکے رکھ لے، بیماری، چوٹ لگنے، یا کسی اور وجہ سے اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو ہلاکت کا خوف غالب ہے تو ایسی حالت میں روزہ نہ رکھنے کی رُخصت ہے۔ کوئی ظالم روزہ چھوڑنے یا توڑنے پر اس قدر مجبور کرے کہ اگر اس کا کہنا نہ مانے تو یقیناً وہ مار ڈالے گا یا ناقابلِ برداشت سخت تکلیف پہنچائے گا تو ایسی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اگر صبر کیا تو اجر ملے گا‘

بھوک اور پیاس کی شدت ایسی ہو کہ ہلاک ہو جانے کا خوف صحیح یا عقل میں فتور آ جانے کا اندیشہ قوی ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ جہاد میں جانا ہے اور دشمن کے مقابلے میں لڑنا۔ روزہ رکھے گا تو لڑ نہ سکے گا لہٰذا اجازت ہے، روزہ نہ رکھے، جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا یا چھوڑا، اُن پر فرض ہے کہ جب موقع پائیں، ان روزوں کی قضا کریں‘ چاہیے تو یہ کہ عذر جانے کے بعد دوسرا رمضان آنے سے پہلے پہلے قضا روزے رکھ لیں، اور اگر نہ رکھ سکیں اور دوسرا رمضان آگیا تو پہلے اس رمضان کے روزے رکھیں، پھر قضا۔ اگر یہ لوگ اپنے اسی عذر میں مر گئے اور اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ لیتے مگر نہ رکھے تو مرتے وقت یہ وصیّت کر جانا واجب ہے کہ ان کے مال میں سے اُن روزوں کا فدیہ[1] دے دیں۔ ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی حالت ایسی ہو گئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا۔ جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو، یعنی اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ طاقت آنے کی اُمید اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلہ میں دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب یا ہر روزہ کے بدلہ میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دے دے لیکن ایسے بڑھاپے میں بھی اگر رمضان گزرنے کے بعد طاقت آگئی تو ان روزوں کی قضا بھی واجب، جس قدر فدیہ دیا ہے وہ سب صدقہ نفل ہو جائے گا۔ یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا روزانہ دیتا رہے یا آخر میں سب کا ملا کر دے دے۔

[1] فدیہ کی مقدار وہی ہے جو ایک صدقۂ فطر کی۔ دیکھو صدقہ فطر کی بحث۔

نیّت کا بیان

روزہ رکھنے کی نیّت، ارادہ اور اُس کی ترکیب

نیّت دل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کہنا شرط نہیں، لیکن زبان سے بھی کہہ لے تو مستحب، رات میں نیت کرے تو یوں کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَـدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ هٰـذَا۔	یعنی میں نے نیت کی کہ خدائے تعالیٰ کے لیے اس رمضان کا فرض روزہ کل کو رکھوں ؞

اور دن میں نیت کرے تو یوں کرے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَرْضِ رَمَضَانَ ؞	میں نے نیت کی کہ اللہ تعالےٰ کے لیے آج رمضان کا روزہ رکھوں گا ؞

دن میں نیت کرے تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں، صبح سے نہیں تو روزہ نہیں ہوا۔ رمضان کے ہر روزہ کے لیے نئی نیت کی ضرورت ہے۔ پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزوں کی نیت کر لی تو وہ نیت صرف اسی دن کے لیے ہے باقی دنوں کے لیے نہیں۔

آفتاب کے خطِ نصف النہار شرعی پر پہنچے یعنی ضحوۂ کبریٰ کے وقت تک روزے کی نیت کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ طلوع صبح صادق سے اس وقت تک کوئی کام ایسا نہ کیا ہو جس سے روزہ ٹوٹے، اگر صبح صادق کے بعد سے اس وقت تک بھول کر بھی کچھ کھایا پیا یا جماع کیا ہو تو اب نیت نہیں ہو سکتی۔ نماز پڑھنے میں ہی روزہ کا ارادہ اور نیت کی (دل ہی دل میں) تو بھی صحیح۔ روزہ توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جب تک کوئی توڑنے والی بات نہ کرے۔

رات میں نیت کی اور نیت کے بعد صبح تک کھاتا پیتا رہا تو اس سے نیت میں خلل نہیں۔

سحری

سحری کھانا سُنّت ہے، چاہے ایک لقمہ یا ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والے پر درود بھیجتے ہیں۔ سحری میں دیر کرنا بھی سُنّت ہے مگر نہ اتنی کہ صبح کی سپیدی ظاہر ہو جائے۔ مرغِ سحر یا اندھے مؤذن کی اذان کا اعتبار نہیں۔

روزہ توڑنے والی چیزیں

کھانے پینے، جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔ حقہ، سگار، سگریٹ، چرٹ، پینے ہی کے حکم میں داخل۔ اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچتا ہو، نیز پان یا صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا اگرچہ پیک تھوک ہی دی ہو، کیونکہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق کے اندر پہنچتے ہیں۔ شکر وغیرہ کوئی چیز جو مُنہ میں گھل جاتی ہے مُنہ میں رکھی اور تھوک نگل لیا روزہ جاتا رہا۔

دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی، خواہ ایسی جو لُعاب کے ساتھ اُتر سکتی ہے یا بغیر تھوک اور لُعاب کی مدد کے نیچے اُتر سکتی ہے اگر کھائی تو روزہ جاتا رہا۔ دانتوں سے خُون نکل کر حلق سے نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خُون تھوک سے زیادہ یا کم تھا۔ اگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا۔ اگر اتنا کم تھا کہ مزہ بھی حلق میں محسوس نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اگر کوئی گیلی چیز پاخانے کے مقام پر رکھی اور اس کی تری اندر محسوس ہوئی تو روزہ جاتا رہا۔ اگر سوکھی چیز اس طرح رکھی کہ اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو روزہ نہ گیا اسی طرح اگر عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی یا کپڑا رکھا اور بالکل باہر نہ رہا تو روزہ جاتا رہا۔ بلکہ تر اُنگلی بھی اگر پاخانہ یا عورت کی پیشاب گاہ کے اندر گئی تو روزہ جاتا رہا۔ پاخانہ کا مقام باہر نکل آیا تو اچھی طرح کپڑے سے تری کو پونچھ کر اُٹھے۔ اگر اس کے ذریعہ سے تری اندر چلی گئی تو روزہ جاتا رہا۔

پانی سے اِستنجا کرنے میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے کہ پانی کی تری اندر نہ رہ جائے۔ غیر روزہ حالت

میں سانس روک کر استنجے میں مبالغہ کی ضرورت مگر حالتِ روزہ میں اس مبالغہ سے بچنے کی حاجت۔

عورت کا بوسہ لیا، چھُوا گلے لگایا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور عورت نے مرد کو چھُوا اور مرد کو اُنزال ہوا تو روزہ نہ گیا، عورت کو کپڑے کے اوپر سے چھُوا اور کپڑا اتنا موٹا ہے کہ بدن کی گرمی تک محسوس نہ ہوئی تو فاسد نہ ہوا، اگرچہ انزال ہو جائے۔ قصداً مُنہ بھر قے آئے اور روزہ دار ہونا یاد رہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا۔ اور اس سے کم کی تو روزہ نہ گیا اگر بلا اختیار اپنے آپ قے ہوئی تو اگر مُنہ بھر کر ہوئی اور اس میں سے ایک قطرہ بھی لوٹ گیا، یا قصداً لوٹایا، روزہ جاتا رہا، اور اگر مُنہ بھر سے کم ہے اور لوٹ گئی یا لوٹائی گئی تو روزہ نہ گیا۔ قے کے یہ احکام اس وقت ہیں جب کہ اس میں غذائیت ہو اور اگر صرف صفرا یا خوُن یا بلغم آیا تو پھر مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔

مَرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا ہو۔ دماغ یا شکم کی جھلی تک زخم ہو، اس میں دوا ڈالی۔ اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی تو روزہ جاتا رہا۔ اگر معلوم نہ ہوا کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں تو دوا اگر تر تھی تو روزہ جاتا رہا اور خشک تھی تو نہیں حقنہ یا نتھنوں میں دوائی چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا، روزہ جاتا رہا اور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہ گیا۔

کُلی کرتے وقت بلاقصد پانی حلق سے اتر گیا، یا ناک میں پانی ڈالتے ہوتے دماغ کو چڑھ گیا، روزہ جاتا رہا۔ ہاں اگر روزہ ہونا یاد نہ رہا اور بے خیالی میں ایسا ہوا تو روزہ نہ گیا۔

سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھالیا، یا مُنہ کھلا تھا اور پانی کا قطرہ یا اُولہ حلق میں چلا گیا، روزہ جاتا رہا۔ مُنہ میں رنگین ڈورا رکھا، تھوک رنگین ہوا۔ اب اس تھوک کو نگل گیا، روزہ جاتا رہا۔

آنسو یا پسینہ مُنہ میں چلا گیا اور نگل لیا۔ اگر قطرہ قطرہ اتنا ہے کہ اُس کی نمکینی حلق میں محسوس نہیں ہوئی تو روزہ نہ گیا اور اگر اس سے زیادہ ہے تو روزہ جاتا رہا۔

روزہ توڑنے کی سزا یعنی کفّارہ

رمضان میں کسی ایسے شخص نے جس پر روزہ فرض ہے رمضان کا روزہ ادا کرنے کی غرض سے روزہ رکھا اور جان بُوجھ کر کوئی غذا یا دوائی کھائی، یا پانی پیا، یا کوئی چیز لذّت کے لیے چکھی یا کھائی یا کسی

کے ساتھ جماع کیا (انزال ہوا ہو یا نہیں) یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا تو اس روزہ توڑنے کی سزا یہ ہے کہ اس روزہ کی قضا کرے، اور کفّارہ دے یعنی ایک غلام یا باندی کو آزاد کرے یا ساٹھ دن تک لگاتار روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، اگر کوئی فعل ایسا کیا جس سے افطار کا گمان نہ ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا یہ مسئلہ حقیقتاً صحیح معلوم نہ تھا، یا کسی نے بتایا تو غلط بتایا اور یہ سمجھ کر کہ روزہ جاتا رہا قصداً کھایا پیا، تو ان سب صورتوں میں قضا بھی کرے اور کفارہ بھی دے، ہاں اگر کسی ایسے مفتی کے فتویٰ دینے سے ایسا کیا ہے جس پر شہر والوں کو بھروسہ ہے اور وہ فتویٰ غلط تھا تو صرف قضا کرے، کفارہ نہیں، جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزہ کی نیت کی ہو اور اگر دن میں نیت کی تو کفارہ لازم نہیں، مثلاً مسافر ضحوہ کبریٰ سے پہلے وطن آیا یا مجنون اس وقت ہوش میں آیا اور روزے کی نیت کر لی اور پھر توڑ دیا تو پھر کفارہ نہیں صرف قضا ہے۔ کفارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضرور کہ روزہ توڑنے کے بعد شام تک کوئی ایسی بے اختیاری کی ضرورت پیش نہ آئے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو، مثلاً کسی عورت نے روزہ توڑا اور اسی دن میں اسے حیض، یا نفاس آگیا یا اُسی دن ایسا بیمار ہو گیا جس میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے تو کفارہ معاف۔ لیکن سفر سے، یا اپنے آپ کو خود بخود ایسا زخمی کر لینے سے کہ روزہ کے قابل نہ رہے کفارہ معاف نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اختیاری باتیں ہیں۔ عورت نے مرد کو یا مرد نے عورت کو جماع کے لیے قتل یا ضرب شدید کی صحیح دھمکی دے کر مجبور کیا۔ روزہ دار بھی سمجھا کہ اگر کہنا نہ ماننے تو دھمکی وقوع میں آجائے گی تو صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ کفارہ واجب ہونے کے لیے پیٹ بھر کر کھا لینا ضروری نہیں، تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔ گھناؤنی چیز اگر کھائی تو قضا ہے، کفارہ نہیں۔ جو چیز جس انداز سے بالعموم عادتاً کھائی جاتی ہے اُس کے کھانے پر قضا ہے۔ مثلاً کچی ہڑ یا پستہ یا اخروٹ مسلم یا خشک بادام مسلّم نگل گیا تو روزہ گیا مگر قضا نہیں مگر تر بادام نگلنے میں کفارہ ہے۔ اسی طرح خربوزے یا تربوز کا چھلکا کھایا۔ اگر

خشک ہوکہ لوگ اس کے کھانے سے گھن کریں یا کچے چاول، باجرہ، مونگ وغیرہ کھائی تو کفارہ لازم نہیں، ہاں اگر بھنے ہوئے ہوں تو کفارہ لازم۔ تل یا تل کے برابر بھی کھانے کی کوئی چیز باہر سے مُنہ میں ڈال کر بغیر چبائے نِگل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ لازم، کھانے کا نوالہ مُنہ میں گیا اور صبح کا طلوع کرنا یا روزہ کا ہونا یاد آگیا۔ اگر خبر اور یاد کے بعد عملاً نِگلا تو کفارہ لازم۔

باری سے بخار آتا تھا جب باری کا دن تھا روزہ یہ سمجھ کر توڑ دیا کہ بخار آئے گا تو اس صورت میں کفارہ نہیں، اگرچہ بخار نہ آئے، اسی طرح عورت کے حیض آنے کا دن تھا اسی خیال سے روزہ توڑ دیا تو پھر کفارہ لازم نہیں۔

ایک روزہ توڑا ہے تو ایک اور دو روزے توڑے تو دو کفارہ دے لیکن اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہیں تو ایک کفارہ ہی دونوں کے لیے کافی۔

وہ صُورتیں جن میں صرف قضا کرے کفّارہ نہیں

یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی کھایا پیا یا جماع کیا بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا روزہ توڑنے پر کسی ظالم کی طرف سے واقعی شرعی اِکراہ[1] کی حد تک مجبور کیا گیا تو صرف قضا لازم ہے یعنی جب موقع پائے اس روزہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی، حقنہ لیا ناک سے دوا چڑھائی، پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں۔ یا رمضان میں بغیر نیّت کے روزہ رکھا یا سحر کے وقت نیّت نہ کی تھی، صبح کو زوال سے پہلے نیّت کی اور پھر کھا لیا۔ روزہ کی نیّت کی تھی، مگر رمضان کے روزہ کی نیّت نہ کی تھی۔ حلق میں اتفاقاً مینہ کی بُوند یا اولہ گرا۔ بہت سے

[1] یعنی یہ ڈر دلایا گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو قتل کر دیا جائے گا یا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا۔

آنسو یا پسینہ نِگل گیا تو صرف قضا کرے، کفارہ واجب نہیں، ایسی چھوٹی بچی سے جو قابلِ جماع نہ تھی جماع کیا۔ جانور سے وطی کی (یہ بھی سخت حرام ہے) یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چُوسے یا عورت کا بدن چھُوا۔ اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو۔ مگر بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو اور ان سب صُورتوں میں انزال ہو گیا یا مباشرتِ فاحشہ کی تو قضا لازم اور گناہ کے کاموں کا گناہ الگ، اس کے لیے سچّی توبہ ضروری۔

اپنے ہاتھ سے منی نکالی تو روزہ گیا قضا لازم اور خدا کی لعنت ایسا کرنے والے پر مزید عذاب۔ یہ کام ویسے بھی سخت لعنت کا مستحق بناتا ہے۔ چہ جائیکہ رمضان[1] میں۔ عورت روزہ دار سو رہی تھی، سوتے میں اُس سے وطی کی گئی تو روزہ گیا، قضا لازم اور کرنے والا گنہگار۔

یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا افطار کیا یا دو آدمیوں نے شہادت دی کہ آفتاب غروب ہوا اور دو نے کہا کہ ابھی دن ہے اس نے روزہ افطار کر لیا تو ان سب صُورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

روزہ کو مکرُوہ بنانے والی باتیں

جھُوٹ، غیبت، چُغلی، گالی دینا، بیہودہ باتیں کرنا، کسی کو تکلیف دینا ویسے بھی ناجائز و حرام، روزہ میں اور زیادہ حرام، اور ان کی وجہ سے روزہ مکرُوہ ہو جاتا ہے، روزہ میں عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھُونا مکرُوہ ہے جبکہ انزال کا اندیشہ ہو یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو۔ روزہ میں مباشرت فاحشہ ہو یا ہونٹ یا زبان چُوسنا بہر حال مکرُوہ، کُلّی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں ایسا مبالغہ کرنا کہ دماغ میں چڑھ جائے یا حلق میں پہنچ جانے کا خوف ہو مکرُوہ ہے۔ پانی کے اندر ریاح خارج کرنا یا استنجے میں مبالغہ کرنا ایسا کہ اندر تری پہنچ جانے کا اندیشہ ہو مکرُوہ ہے۔ مُنہ میں تھوک اکٹھا کر کے نِگل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسندیدہ

[1] حدیث میں آیا ناکح الید ملعُون زنا کی سزا تو سنگساری ہے مگر اس کی سزا لعنتِ باری معاذ اللہ۔

اور روزے میں مکروہ۔ سحری میں اتنی دیر کہ صبح ہونے کا شک ہو جائے اور افطار میں اتنی جلدی کہ غروب ہونے کا خوف ہو مکروہ، بغیر عُذر کے کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ۔ چکھنے کے لیے عُذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر ایسا بد مزاج ہو کہ نمک کم یا زیادہ ہوگا تو وہ ناراض ہو کر اسے تکلیف پہنچائے گا اور کوئی دوسرا بے روزہ دار چکھنے کے لیے موجود نہیں یا چھوٹا بچہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اسے کھلائی جائے نہ کوئی بے روزہ دار ہے جو چبا کر کھلائے تو اس عورت کو چکھنا اور چبانا اس حد تک مکروہ نہیں کہ اثر حلق تک نہ جائے، سُرمہ لگانا عطر ملنا، گلاب یا مُشک وغیرہ سُونگھنا، اگر زینت کے لیے نہ ہو تو مکروہ نہیں مسواک[1] کرنا ویسے بھی سُنّت ہے۔ روزے میں بھی سُنّت، فسد کھلوانا، پچھنے لگوانا، اس صُورت میں مکروہ ہے کہ ایسے ضُعف کا اندیشہ ہے جس کے سبب روزہ توڑ دینا پڑے۔

جن باتوں سے رَوزہ نہیں ٹُوٹتا

بھُول کر کھایا پیا یا جماع کیا تو روزہ نہ گیا۔ مگر کسی کے یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا اور پھر کھایا تو جاتا رہا۔ صرف قضا کرے۔ کسی روزہ دار کو کوئی ایسا کام کرتے دیکھے جس سے روزہ ٹوٹتا ہے تو دیکھنے والے پر یاد دلانا واجب، نہ یاد دلائے گا تو گنہگار ہوگا۔ ہاں اگر روزہ دار بہت کمزور ہے اور دیکھنے والے کو یہ یقین ہو کہ اگر نہ کھائے تو کمزوری اس قدر بڑھ جائے گی کہ روزہ نہ رکھ سکے گا۔ مجبوراً توڑے گا اور اگر کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پُورا کرے گا اور دوسری عبادتیں بھی، تو ایسی حالت میں یاد نہ دلانا بہتر۔

مکھی یا دُھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ غبار آٹے کا ہی ہو جو چکی پیسنے یا آٹا چھاننے سے اُڑتا ہے۔ ہاں اگر قصداً دُھواں پہنچایا اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو

---

[1] مگر منجن ملنا مکروہ ہے اس لیے کہ منجن کی دواؤں کا اثر حلق تک جانے کا اندیشہ، بلکہ اگر اس کا اثر حلق تک گیا تو روزہ ہی جاتا رہا ÷

روزہ جاتا رہا، خواہ وہ دُھواں کسی چیز کا کیوں نہ ہو۔ بھری سلنگی لگوائی یا تیل یا سُرمہ کا مزہ یا اثر حلق میں بلکہ تھُوک میں بھی معلوم ہو، بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا عورت کی طرف بلکہ اس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا، انزال ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ غسل کیا اور پانی کی ٹھنڈک اندر محسوس ہوتی یا کُلّی کی اور پانی بالکل نکال دیا صرف کچھ تری مُنہ میں باقی رہ گئی تھی یا دوا کھائی اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا یا کوئی ایسی چیز چُوسی کہ تھُوک کے ساتھ اس کا کوئی جُز حلق میں نہ پہنچا۔ کان میں پانی چلا گیا یا دانت یا مُنہ میں کوئی خفیف سی بے معلوم چیز خود ہی اندر اُتر گئی یا دانتوں سے خُون نکل کر حلق میں پہنچا اور نیچے نہ اُترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا۔ روزہ دار کے پیٹ میں کسی نے نیزہ یا تیر مارا، اگرچہ اس کی زبان یا پیکان پیٹ کے اندر رہ گئی تو بھی روزہ نہیں گیا اور اگر خود اس نے ایسا کیا اور کوئی چیز اندر رہ گئی تو روزہ جاتا رہا۔ تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے یا مُنہ سے رال ٹپکی مگر تار نہ ٹوٹا تھا کہ اُسے پی گیا یا بلغم ناک یا مُنہ سے باہر نکل آیا تھا پھر نگل گیا ان باتوں سے بھی روزہ نہ ٹوٹا مگر ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ سوتے میں احتلام ہوا، روزہ نہ گیا، جنابت کی حالت میں صبح کی، روزہ نہ گیا اگر سارے دن بھی جُنبی ہی رہا تو بھی روزہ نہ جائے گا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل میں دیر کرنا کہ نماز قضا ہو جائے ویسے بھی گناہ، روزہ میں زیادہ سخت گناہ اور حرام ہے۔ تِل یا تِل کے برابر کوئی چیز چبائی اور حلق سے اُتر گئی تو روزہ نہ گیا۔ ہاں اگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ نہیں رہا۔

افطار

حدیث میں آیا کہ ہمیشہ لوگ خیر کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے نیز فرمایا میری اُمت میری سنّت پر رہے گی جب تک ستاروں کا انتظار نہ کرے۔

جسمانی رَوزہ

روزہ کی ظاہری صُورت اور اُس کے شرعی احکام آپ کے سامنے ہیں اُن کے مطالعے

سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اصطلاحِ شریعت میں روزہ کسے کہتے ہیں یہ سمجھ لینا کہ یہ اللہ کا فرض ہے اور اسی نیّت سے اس کو ادا کرنا، یقیناً ہر اس شخص پر لازم ہے جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو، اس کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں کہ اس کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی معلوم ہوں اور فوائد بھی پیشِ نظر رہیں کہ کیا ہم اور کیا ہماری عقل آئندہ کے متعلق ہماری معلومات محدود بلکہ سچ پوچھو تو کچھ ہے ہی نہیں بلکہ قرآن کریم کی شانِ تفہیم کے قربان، خالقِ دو جہان نے الہامی زبان میں جہاں روزمرّہ کا فرمان سُنا دیا، وہیں اس کی مصلحت کو بھی جتایا اور فرمایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم بچے رہو) اس بچنے کو تین قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) جسم نقصان دینے والی چیزوں سے بچا رہے۔

(۲) ہماری زندگی کے اعمال، بدنُما و نقصان رساں صورتوں سے بچے رہیں۔

(۳) ہمارا باطن یا ہماری رُوح ہر قسم کے مکروہات اور اجنبی کیفیات سے بچی رہے۔

اس تقسیم کے اعتبار سے اگر ہم یوں کہیں کہ شرعی اَحکام کی پیروی، جہاں روزہ کو فساد، کراہت وغیرہ سے بچا کر اس قابل بنائے گی کہ روزہ کی فرض حیثیت پوری ہو جائے اور خدا کے فرض کی صورت میں وہ ہمارے ذِمّہ پر نہ رہ جائے، وہاں یہ جسمانی روزہ ہمارے جسم کو بہ حیثیتِ جسم بھی صحیح و درست رکھنے کا ضامن ہوگا۔

روزہ کا اثر صحت پر

جسم میں بگاڑ زیادہ تر معدہ کی خرابی سے نمودار ہوتا ہے، اَطباء کے نزدیک معدہ ہی اکثر بیماریوں کی جڑ ہے۔

معدہ کیوں خراب ہوتا ہے؟

غذا کی مقدار زائد ہو، غذا ثقیل ہو، معدہ پر ہضم کا بار اس کی قوت سے زائد پڑ جائے۔

سال کے گیارہ مہینے مسلسل ایسی حالت میں گزریں کہ غذا خوب اچھی طرح پیٹ بھر کر کھائی جائے، پھر وہ بسا اوقات ثقیل بھی ہو، یقیناً معدہ پر بار اور یہ بھی نہ سہی بارہ مہینے لگاتار لیل و نہار معدہ سرگرمِ کار رہے ضُعف آنا لازم، تکان ہونا ضروری۔

دماغ ہر وقت سوچتا رہے، تھک جائے گا، ہاتھ ہر وقت چلتا رہے، کام کرتا رہے، تکان و کمزوری محسوس کرے گا۔ یہی حال جسم کے ہر ہر پرزہ کا اسی طرح معدہ بھی ہمیشہ کام کرتا ہی رہے، اسے آرام نہ ملے، یقیناً کمزور ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اس کی درستی کی آسان ترکیب یہ کہ مہینوں میں کم از کم تین بار ۱۳، ۱۴، ۱۵ ر قمری تاریخوں میں دن کے وقت اسی اصول کے مطابق روزہ رکھیں اور اسے قدرے آرام دیں۔

"یہ ہیں اَیّامِ بیض کے مسنون نفلی روزے"

مزید چاہیں، ہر دوشنبہ کو روزہ رکھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس دن اپنی ولادت باسعادت و بعثت کی خوشی میں روزہ رکھتے اُن کے ماسوا جب چاہیں روزہ رکھیں یا نہ رکھیں اختیار کہ یہ سب نفلی ہیں۔ خالقِ اعظم نے رمضان کے ایک مہینہ مسلسل روزے رکھنے کو فرض فرمایا اور صحتِ جسمانی کے لیے بھی یہ خاص نسخہ بتایا کہ ایک مہینہ لازمی طور پر دن کے وقت جبکہ جسم کے اور حصّہ کام میں لگے ہوئے ہوں معدہ کو ذرا خالی رکھیں اور آرام دیں۔

تمام اَطبائے قدیم متفق ہیں، جدید ڈاکٹر بھی مشورہ دے رہے ہیں اور ہر سمجھدار یہی رائے دے گا کہ اس طرح معدہ کو خالی رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زائد رطوبتیں خشک ہو جائیں معدہ میں حرارت بڑھے۔ جو آئندہ غذا کو جلد تر پکانے، جُزوِ بدن بنانے میں نافع ثابت ہوگی۔

اس طرح روزہ رکھ کر یقیناً ہم اپنے جسم کی اصلاح کی خدمت بھی بجا لائیں گے اور معدہ کی اس حرارت سے نہ صرف یہ کہ معدہ میں مزید قوت آئے گی بلکہ بہت سے امراض سے بچانے والا ثابت ہوگا مگر یہ کب؟ جبکہ سحور کے وقت بے تحاشہ نہ کھایا جائے! افطار کے وقت بے اعتدالی نہ برتی جائے ایکدم فوراً مصالحہ دار چٹ پٹی، دیر ہضم، مرغن و ثقیل غذاؤں کا بار معدہ پر نہ ڈالا جائے۔

اَطبّا اکثر امراض میں فاقہ کا حکم دیتے ہیں۔ روزہ اس مسئلہ کو بآسانی پُورا کرتا ہے اور مہینہ بھر کی یہ "ریاضتِ جسمانی" نہ صرف معدہ بلکہ جُملہ اعضائے رئیسہ کو بتدریج درست حالت میں لاتی ہے۔

روزہ کا اثر جماعت پر پیٹ بھرے سرمایہ دار، یا آسودہ حال برسرِکار جو لیل و نہار تن پرستی میں گرفتار ہیں۔ مزدور، فُقرا، غُربا، مفلس و نادار کے حال سے خبردار نہیں۔ روزہ انہیں بتائے گا کہ بھوک میں کیا گزرتی ہے انہیں کچھ پتہ تو چلے گا کہ ہماری برادری کے دوسرے بھائی کس حال میں ہیں۔ شاید یہ احساس ہی ان کو بیدار کر دے اور وہ قوم و ملت کی اقتصادی حالت کی درستی اور غربا پروری کی جانب متوجہ ہوں، اور اہلِ ملک اور برادرانِ ملت کو جو حقیقتاً جسمِ واحد کی حیثیت رکھتے ہیں، بلیات و آفات سے بچائیں اور خود آدمی کہے جانے کے مستحق بن جائیں کہ ؎

تو کز محنتِ دیگراں بے غمی   نشاید کہ نامت نہند آدمی

اخلاقی روزہ

وُجودِ انسانی میں ایک قوت ہے جسے اَمّارہ کہتے ہیں۔ یہ ہر آن و ہر لحظہ برائی ہی کی طرف دلالت کرتی ہے قرآنِ کریم میں بزبانِ حضرت یوسف علیہ السلام یوں فرمایا گیا کہ:

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ۔   یقیناً نفس تو برائی ہی کا حکم کرتا ہے ؛

اس نفسِ اَمّارہ کو قابو میں لانے کی ترکیب یہی بتائی گئی کہ اُسے بعض اوقات جائز و حلال خواہشوں سے بھی روکیں تاکہ ناجائز اور حرام کی طرف میلان کی جرأت و ہمت ہی نہ کر سکے۔ بلکہ نفسیاتی اصُول پر اس تربیّت سے عادی نہ ہی بن جائے اور بُری باتوں کا دھیان ہی نہ آنے پائے۔

پس جب اس تربیت کے لیے رمضان میں دن کے وقت کو حلال کھانے پینے اور جماع کرنے سے ہی روکا گیا تو وہ حرام جو ہر حال میں حرام، اس دوران میں اس کی طرف میلان کے کیا معنی ؟

ایک طرف دوا کی جائے، زہر کا اثر مٹانے کے لیے، دوسری جانب زہر کا استعمال جاری رہے، کیا ایسی حالت میں دوا کا اثر ہو سکتا ہے ؟ روزہ رکھا، حلال کھانے پینے اور جماع سے بچے، روزہ دار رہے مگر جن کاموں سے ہمیشہ ہر حال میں رکنا ہی چاہیے تھا اُن میں پھنسے تو یہ روزہ کس کام کا ؟ یہ روزہ نہیں فاقہ ہے۔ روزہ صرف پیٹ کا روزہ نہیں بلکہ تمام بدن کا روزہ ہے۔ آنکھ[1] کا روزہ۔ کان[2] کا روزہ۔ زبان[3] کا روزہ۔ ہاتھ[4] کا روزہ، پیر[5] کا روزہ۔ بلکہ بال بال کا روزہ۔ رونگٹے رونگٹے کا روزہ اور ظاہری نہیں باطن کا روزہ، قلب و دماغ و رُوح کا روزہ۔

آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ نظر کو ہر اس چیز کے دیکھنے سے بچائیں۔ جسے دیکھنے سے خدا نے منع کیا۔ مثلاً قرآن میں ارشاد ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا اَبۡصَارَھُمۡ	(یا رسول اللہ) مومنوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نظریں
وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَھُمۡ۔ (القرآن)	نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ؛

نیز ارشاد فرمایا کہ:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِھِنَّ	ایمان دار عورتوں سے فرمائیے کہ وہ اپنی نظریں
وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَھُنَّ ط	نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ؛

نظریں نیچی رکھنے کا ترجمہ اور تفسیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فرمان سے واضح ہے:

عَنۡ اُمِّ سَلِمَۃَ اَنَّھَا کَانَتۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ	حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَمَیۡمُوۡنَۃَ اِذۡ	وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ
اَقۡبَلَ اُمِّ مَکۡتُوۡمٍ فَدَخَلَ عَلَیۡہِ	علیہ وسلم کے پاس تھیں۔ اتفاقاً حضرت
فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ	اُمّ مکتوم (صحابئ رسول جو نابینا تھے) تشریف
اِحۡتَجِبَا مِنۡہُ فَقُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ	لائے اور اندر داخل ہوئے حضور اکرم صلی اللہ
اَلَیۡسَ ھُوَ اَعۡمٰی لَا یُبۡصِرُنَا فَقَالَ	علیہ وسلم نے (ان دونوں خواتین سے) فرمایا،

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْیَا وَاَنْ اَنْتُمَا ؟ اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ ؟ (الحدیث، ترمذی، ابوداؤد، احمد)

تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ میں بولی (ام سلمہ) یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو نہ دیکھیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، انہیں نہیں دیکھتیں ؛

اس ارشاد میں نظریں نیچی رکھنے کا مطلب خودبخود واضح ہوگیا اور پردہ کے مسئلے میں جو شوخیاں دین کی قید سے آزاد افراد کی طرف سے ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور جو غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں ان کا پردہ چاک ہوگیا۔ مزید ارشاد کہ :

اَلْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظَرُ

آنکھیں، ان کا زنا غیر محرم مرد کو دیکھنا ہے۔

زبان کا روزہ

زبان کا روزہ یہ ہے کہ زبان کو ہر اُس کلام سے روکیں جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا مثلاً جھوٹ، غیبت، گالی، چُغلی، جھوٹ وہ زبردست اخلاقی مرض ہے۔ جسے الہامی زبان میں بے ایمانی کی علامت بتایا گیا اور جھوٹ بولنے والے کو لعنت کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد :

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ (القرآن)

یقیناً جھوٹ تو وہی بولتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے ؛

حدیث میں آیا، کسی نے سوال کیا، حضور نے جواب دیا :

اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ کَذَّابًا؟ قَالَ لَا۔

کیا مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ حضور نے فرمایا، نہیں

قرآن میں آیا : فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔

ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (پھٹکار) بھیجتے ہیں۔ (القرآن)

غیبت

اسی طرح غیبت جو آج کل (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ) ہر چھوٹے بڑے کی عادت۔ ایسا گھناؤنا، ناپاک، اخلاقی مرض ہے۔ جس کو قرآن کریم میں ایسا مکروہ

بتایا گیا جیسے "سگے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا"۔ ارشادِ قرآن ہے :

لَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ۚ (القرآن)

خبردار! تم میں کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے یقیناً تم اُسے بُرا سمجھو گے ؛

جسمانی روزہ، ذرا سی چیز حلق کے نیچے اُترنے سے ٹوٹ جائے۔ تو (اخلاقی روزہ میں) غیبت سے، جو مُردہ بھائی کے گوشت کھانے جیسی، کیوں نہ خلل آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : "دو آدمیوں نے جو روزہ دار تھے۔ ظہر یا عصر کی نماز ادا کی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے حضور نے اُن دونوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا :

اَعِیْدُوْا وُضُوْءَکُمَا وَصَلٰوتَکُمَا وَاَمْضِیَا فِیْ صَوْمِکُمَا وَاَقْضِیَاہُ یَوْمًا اٰخَرَ۔

تم دونوں اپنے وضو اور نماز کو دہراؤ، روزہ کی حالت کو جاری رکھو، مگر اس روزہ کو کسی دوسرے دن قضا کرو (پھر سے رکھو) ؛

ان دونوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں؟ حضور نے فرمایا :

اِغْتَبْتُمْ فُلَانًا۔ (مشکوٰۃ)

تم نے فلاں آدمی کی غیبت کی ؛

غیبت کے متعلق ایک جگہ تو یہاں تک ارشاد ہوا کہ :

اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا۔

غیبت تو زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے ؛

مُسلمان کی شان کہ اپنی زبان کا نگہبان رہے، کسی حالت میں کسی مسلمان کو اپنی زبان یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے یہی ایک مُسلمان کی پہچان ہے۔ حدیث میں آیا :

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں ؛

اسی لیے مزید ارشاد ہوا کہ :

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ مسلمان کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے ؛

چُغل خوری

اسی طرح ارشاد ہوا کہ:
لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْقَتَّاتُ۔ چُغل خور جنت میں نہ جائے گا ؛

نیز فرمایا کہ:
اَللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ۔ زبان کا زِنا یہ ہے کہ (غیر محرم سے) بُری نیت سے کلام کرے ؛

پس زبان کا روزہ حقیقتاً یہ ہے کہ اسے ہر بُری بات سے بچائے بلکہ حدیث میں آیا:

اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّي اِمْرُءٌ صَائِمٌ۔ (الحدیث بخاری) جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو، لڑائی جھگڑے نہ کرے بلکہ اگر اُسے کوئی گالی دے یا مار ماری کرے تو یوں کہہ دے کہ میں روزہ دار آدمی ہوں ؛

کانوں کا روزہ

یہ ہے کہ کانوں کو جھوٹ، غیبت، افسانہ، بیہودہ قصّے کہانیاں سُننے سے بچائے۔ مومنین کی پہچان کہ:

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ کامیاب ہونے والے مومنین وہ ہیں جو لغو باتوں سے بچتے ہیں ؛

حدیث شریف میں آیا کہ:
اَلْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ۔ کانوں کا زنا یہ ہے کہ بُری نیت کے ساتھ غیر محرم کی آواز سُنے ؛

ہاتھوں کا روزہ

ہاتھوں کا روزہ یہ ہے کہ ہر بُری حرکت سے بچائے کسی مسلمان کو اُن کے ذریعے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے، نہ حرام مال، رشوت، سُود وغیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے ہاتھوں کو بڑھائے، نہ بھیک مانگنے

کے لیے ہاتھ پھیلائے، نہ کسی اجنبی عورت کی طرف بُری نیت سے ہاتھ بڑھائے کہ:

اَلْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ۔ (الحدیث) ہاتھ کا زنا یہ ہے کہ کسی غیر محرم کو بُری نیت سے پکڑے ؛

پیروں کا روزہ

پیروں کا روزہ یہ ہے کہ انہیں کسی ایسی راہ کی طرف نہ اُٹھائے جس پر چلنے سے اللہ نے منع کیا ہو۔

اَلرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطٰى۔ پیروں کا زِنا یہ ہے کہ کسی غیر محرم کی طرف بُری نیت سے قدم اُٹھائے ؛

معدہ کا روزہ

حقیقتاً یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں جب حلال کھانے سے بھی روکا گیا تو روزہ کھولنے کے وقت حرام کھانے، مثلاً رشوت، سود بیاج، مکاری و ظلم سے حاصل کیے ہوئے مال سے کامل احتراز کرے۔

مُنضج[1] لیے، مُسہل لیے، مادہ فاسد کو دُور کیا۔ مگر جونہی تنقیہ[2] سے فارغ ہوئے انتہائی ثقیل، فاسد مادہ پیدا کرنے والی غذا، سڑا بُسا کھانا کھایا۔ نتیجہ کیا ہوگا، ایسے مُنضج و مُسہل سے کیا فائدہ، اس کا انجام نہایت خطرناک، یہی صورت افطار و سُحور اور رمضان کے بعد بھی حرام کھانے کی ہے۔ اس کی خباثت اور زہر ظاہری آنکھوں کو نظر نہ آئے۔ مگر حقیقی آنکھیں رکھنے والے دیکھتے ہیں اور روحانی علم رکھنے والے جانتے ہیں۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ۔

قلبی یا رُوحانی روزہ

روزہ کی پہلی صورت مسائلِ فقہیہ میں دیکھی گئی نفس کو کھانے، پینے اور جماع سے روکا جائے۔

دوسری صورت مسائلِ اخلاقی میں ملاحظہ کی کہ نفس کو تمام شرارتوں اور بُری عادتوں سے روکا جائے۔

[1] جسم کے مواد کو پکا کر نکالنے والی دوا کھانا [2] آنتوں کی صفائی ؛

قلبی روزہ یا روحانی روزہ یا حقیقی روزہ یہ ہے کہ دل، وہ گوشت کا ٹکڑا دل نہیں اس کی حقیقت، وہ دل جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ:

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ۔ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے ؛

وہ دل جس کے متعلق بقول حضرت معنوی فرمان باری ہے کہ:

من نگنجم در زمین و آسمان ؛ در دلِ مومن بگنجم بے گمان

(ترجمہ شعر) "میں (اللہ) نہ زمین میں سما سکتا ہوں، نہ آسمان میں، ہاں میں مومن کے قلب میں جلوہ دکھاتا ہوں"

اس دل کو بدگمانیوں سے بچایا جائے کہ:

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (القرآن) بعض گمان بھی گناہ ہوتے ہیں ؛

یہی نہیں بلکہ تمام لغو خیالات بھی دُور رکھے، مانا کہ نامۂ اعمال میں گناہ عمل میں آنے کے بعد ہی درج کیا جائے مگر بے ہودہ و لایعنی خیالات میں مبتلا رہنا دل و دماغ کو ان کی گندگی سے آلودہ کرنا ہے۔

دلِ اللہ کے انوار و تجلیات کے طلوع ہونے کا مقام ہے۔

دلِ اللہ کے بھیدوں کا خزانہ ہے۔

دلِ اللہ کے جمال دیکھنے کا آئینہ ہے۔ صاف دل ہی میں تو اللہ تعالےٰ کا جلوہ دکھائی دیتا ہے ؎

دل چہ باشد مطلع انوارِ حق ؛ دل چہ باشد منبع اسرارِ حق

دل بود مرآۃ وجہ ذوالجلال ؛ در دلِ صافی نماید حق تعال

خاصانِ خاص کا قلبی و روحانی روزہ جو حقیقۃً ہمیشہ جاری رہتا ہے، کبھی افطار ہی نہیں ہوتا، یہ ہے کہ دل میں خطرہ ہی نہ آنے پائے۔

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر ؛ سوئے اللہ واللہ مافی الوجود

دریائے توحید میں اس طرح غوطہ لگائے اور گم ہو جائے کہ خود اپنے وجود اور اپنی ہستی کا شعور بھی مٹ جائے۔

جسمانی روزہ، اخلاقی روزہ، حقیقۃً اس روزہ کی تیاری کے لیے کیا جاتا ہے کہ:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ تم اللہ کی سی عادتیں اختیار کرو ؛

تم ہمیشہ کھاتے پیتے جماع کرتے ہو، وہ مولیٰ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک جسمانی روزہ یہ ہے کہ ایک محدود وقت میں اس صورت کو اختیار کر لیا جائے وہ اللہ ہر بات (مکروہ) سے منزہ، قُدّوس ہے، ظالم نہیں، عادل ہے۔ اس کا ہر کام صحیح مقام پر کہ عدل کے معنی ہی ہیں۔ وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ مَحَلِّہٖ چیز کا اس کے موزوں مقام پر رکھنا۔

وہ اللہ عادل ہے، عدل کی کیفیت اپنے وجود میں پیدا کی جائے۔ ظاہر و باطن ہر قول فعل حرکت اور سکون کو اس اللہ کی مرضی کے سانچے میں ڈھالا جائے اس کے بعد غور کیجیے کہ ہم برف کی ٹھنڈک کی حقیقت کا ادراک ڈھالا چاہتے ہیں۔ ہمیں سنترہ اور مسمبی کے اصل مزہ کی حقیقت سے آشنا ہونا ہے، برف ہاتھ میں لیں جب ہمارے ہاتھ پر ٹھنڈا ہوتے ہوتے برف کی سی کیفیت طاری ہو جائے گی، ٹھنڈک کی حقیقت واضح ہو گی زبان جب میوہ کے ذائقہ کی کیفیت اپنے اندر پیدا کر لے گی، میوہ کے مزے کی حقیقت کا ادراک ہو جائے گا۔

صفاتِ باری تعالیٰ کا ظہور یوں تو حقیقۃً کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں موجود انسان اس ظہور کا نقطۂ خاص، اس کی صفات کا مظہر۔

اس کا لقب ہی خلیفۃ اللہ صرف ادراکِ ظہور اور اس امر کا شعور درکار۔ بہ حیثیتِ مظہرِ صفات، صفتِ اختیارِ باری بھی اُسے حاصل۔ اسے کام میں لائے۔ توجہ الی اللہ ہو اور پردۂ نسیاں میں مستور صفات کا ذکرِ الٰہی، یادِ خداوندی کے ذریعہ اپنے وجود میں نمایاں کیا جائے۔

یہ یاد ایسی یاد ہو کہ صرف زبان نہیں، رونگٹا رونگٹا، نہیں نہیں بلکہ ظاہر و باطن اس

طرح اس یاد میں مُستغرق ہو کہ غیر کا تصوّر بلکہ غیر کا وُہم بھی نہ آنے پائے۔ یوں سمجھئے کہ ہم اس محبوب مطلق، وجود موجود حقیقی کی یاد کرنا چاہتے ہیں۔ خیالات این وآن آتے اور یاد کو بھلاتے ہیں۔ یہ پہلا درجہ ہے کہ یاد کرنے والا، یاد پر غالب آنا چاہتا ہے رفتہ رفتہ یاد کرتے کرتے تصوّر جمانے جمانے محبوب کی صورت (آئینہ خیال میں) سامنے آ جاتی ہے، یہاں وہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ یاد کرنیوالا مغلوب بلکہ غائب۔

جب یاد (ذکر) اس درجہ پر پہنچی، خود بھی غائب ہوئی اور مُذکور ہی مذکور (جس کی یاد کی گئی) باقی رہا۔ یہ ہے مقام فنا جس کے بعد ہے درجہ بقا اور روزہ اس کے لیے ایک ذریعہ اور وسیلہ لفظوں میں اس سے زائد کیا کہا جائے۔ کم از کم روزہ کے دن عصر و مغرب کے درمیان جب نفس امّارہ کی ہمّت ٹوٹ چکی ہو، وہ عاجز ہو کر دب چکا ہو بلکہ مایوس ہو کر تقریباً مٹ چکا ہو کہ یہ میری من مانگی چیزیں دے گا ہی نہیں جب تک کہ خدا کا حکم نہ ہو جائے افطار کا وقت نہ آئے۔

جب مادی قوتیں مُضمحل ہو چکی ہوں اور مادیت کی طرف توجہ کم ہے اس وقت ذرا ظاہری آنکھیں بالکل بند کر لیجئے۔ کانوں کو جائز باتوں کے سُننے سے بھی ذرا روکیے، قلب و دماغ کو چند منٹ ہی کے لیے سہی، خیالات این وآن سے قطعاً پاک کیجئے۔ کسی کی یاد میں ڈوبیے اور ایسے ڈوبیے کہ دوسری کوئی چیز یاد ہی نہ رہے۔ یہاں تک کہ "یاد" کی یاد بھی نہ رہے۔ اس وقت جو کیفیت وارد ہوگی، اسے وہی جانے جس پر وارد ہو ؎

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند ؛ گر نہ بینی سرّ حق بر ما بخند

(ترجمہ) آنکھیں بند ہوں، زبان بند ہو، کان بند ہوں، پھر بھی خدا کا بھید،
حقیقت کا راز منکشف نہ ہو ہم پر ہنسنا۔"

اس مشق سے ایک ایسی کیفیت وارد ہوگی کہ پھر آنکھیں کھُلی ہوں، کان کھُلے ہوں، ہاتھ پیر بلکہ تمام اعضاء و جوارح اپنے اپنے صحیح کاموں میں مشغول رہیں، وہ کیفیت دل بایار و دوست بکار اور خلوت در انجمن کا لطف پیدا کر دے گی ؛ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ؛

یہ ہے حقیقی روزہ، اصلی روزہ یہ ہے درمیانی راہ جو اس مظہرِ کامل صفات و ذات سید موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائی، جن کی شان ہے۔ ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدّد کا

وہ اسی لیے پیدا کیے گئے، اسی لیے مبعوث ہوئے وہی حقیقۃً ؎

سرِّ حقیقت وجود کُنہ معانی شہود
نقطۂ اِتّصال ہیں واجب و ممکنات میں

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؛

سُنّتِ تراویح

رمضان کے دن روزے کے لیے ہیں اور راتیں نماز کے لیے۔ حدیث میں آیا :

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ (الحدیث)	جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کے ساتھ نیکی حاصل کرنے کیلئے قیام کیا (یعنی نفلیں پڑھیں) اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ؛

اسی لیے رمضان المبارک میں تراویح مرد عورت سب کے لیے سُنّتِ مؤکدہ۔ اس کا چھوڑنا جائز نہیں، اگر بلا عذر شرعی چھوڑے گا، باز پرس ہوگی۔

خُلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ ادا کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا بلکہ اس انداز پر ترغیب دلائی کہ جو رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے قیام کرے نفل نمازیں پڑھے اس کے سب

اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ)

جمہور کا مذہب ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں اور یہی احادیث سے ثابت. بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لوگ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی یونہی تھا موطا میں یزید ابن رومان سے روایت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تئیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ علامہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ تین وتر تھے۔

تراویح کا وقت

عشاء کے فرض ادا کرنے کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک وتر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں بھی، پس اگر کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں اور امام وتر کے لیے کھڑا ہو گیا ہو تو بعد میں بھی ادا کر سکتا ہے۔ اسوقت چاہے تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے کہ یہی افضل ہے. مستحب یہ ہے کہ تہائی رات گذر جانے کے بعد پڑھیں۔ آدھی رات کے بعد بھی تو کوئی کراہت نہیں۔ اگر کسی شب کی تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں۔

تراویح کی رکعتیں

تراویح کی بیس رکعتیں، دس سلام سے پڑھے اور اگر کسی نے بیسوں پڑھ کر فقط آخر میں سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کرتا رہا۔ ادا ہو جائے گی مگر کراہت کے ساتھ اور اگر قعدہ نہ کیا تو کل دو رکعت کی قائمقام ہوں گی۔ احتیاط یہ ہے کہ ہر دو رکعت کی نیت بھی علیحدہ علیحدہ کرے ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھ کر تسبیح و تہلیل پڑھنا مستحب ہے۔ جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھیں اس تسبیح کا پڑھنا بہت ہی اچھا ہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ۝

دو رکعت پر بیٹھنا، بھول کر کھڑا ہو گیا تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے ورنہ چار پوری کر کے سلام پھیرلے، مگر یہ دو شمار کی جائیں گی اور اگر دو پر بیٹھا مگر بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو گیا اور دو رکعت اور پڑھ لیں تو یہ چار شمار کی جائیں گی تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اگر دوسری پر بیٹھا نہ تھا تو یہ نہ ہوئیں، ان کے بدلے دو رکعت پھر پڑھ لے۔

وتر پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آیا کہ دو رکعت رہ گئیں تو جماعت سے ادا کر لیں، اور اگر اگلے دن یاد آیا کہ کل رہ گئی تھیں تو جماعت سے پڑھنا مکروہ۔ سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے۔ دو ہوئیں، کوئی کہتا ہے تین، تو امام کا قول معتبر اور اگر امام کو بھی شبہ ہو تو جس کو امام معتبر سمجھے اس کی بات مانے۔

ختمِ قرآنِ عظیم

تراویح میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنا سنّتِ موکدہ ہے۔ دو مرتبہ ختم کرے تو اچھا اور تین مرتبہ ختم کرے تو بہت ہی اچھا. اگر ایک ختم کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ۲۷ ویں کو ختم کرے اور اس رات میں یا اس سے پہلے اگر ختم ہو جائے تو تراویح نہ چھوڑ دیں۔ آخر رمضان تک جاری رکھیں۔

افضل یہ ہے کہ تمام رکعتوں میں قرأت برابر ہو، ورنہ دوسری کی قرأت پہلی سے زیادہ نہ ہو، قرأت اور ارکان کی ادا میں جلدی کرنا مکروہ ہے. جتنی ترسیل ہو اتنا ہی اچھا جس قدر اطمینان سے پڑھی جائیں، اُسی قدر بہتر، جلدی کی وجہ سے تعوذ و تسمیہ و تسبیح کا چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ ایک بار بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا سنّت ہے اور ہر سورت کی ابتدا میں آہستہ پڑھنا مستحب۔ اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو گئی تو جس قدر قرآن عظیم اس میں پڑھا گیا، وہ بھی مکرر پڑھیں۔ اگر امام سے غلطی ہے، کوئی سورت یا آیت چھوٹ جائے تو پہلے اُسے پڑھ لے پھر آگے پڑھے۔

شبینہ

یعنی ایک رات میں پورا قرآنِ عظیم تراویح کے اندر ختم کرنے میں کوئی حرج تو

نہیں، مگر اس قسم کا شبینہ جیسا کہ آج کل بالعموم ہوتا ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے، کچھ لوگ بیٹھے ہیں، کچھ لوگ چائے میں مصروف ہیں، کچھ لوگ مسجد کے باہر حُقّہ نوشی میں، اور جب جی میں آیا، ایک آدھ رکعت میں رواداری کو شریک ہو گئے۔ یقیناً ناجائز کہ اس میں اس مبارک عمل کی بھی اہانت ہے اور قرآن پاک کی بھی بے حُرمتی۔

امامِ تراویح اگر عالم حافظ ہے تو امامت کے لیے افضل، ورنہ ایسا حافظ جو مخارج اور ترتیل کے اعتبار سے قرآن صحیح پڑھتا ہو۔ اچھی آواز والے کو امام بنانے کی بجائے صحیح و درست پڑھنے والے کو امام بنائیے کہ اگر ح۔ ا۔ ع یا ذ۔ ز۔ ظ یا ث۔ س۔ ص اور ت۔ ط وغیرہ حروف میں تمیز نہ کرے گا تو بعض صورتوں میں نماز ہی نہ ہو گی۔ مَد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد کریگا یا اتنی جلدی پڑھے گا کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں ہی نہ آئے تو ایسے پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر۔

اگر مسجدِ محلہ میں امام غلط پڑھتا رہتا ہے تو دوسری ایسی مسجد میں ہی پڑھنا چاہیے جہاں صحیح پڑھنے والا امام ہو۔۔۔ اسی طرح محلہ کی مسجد میں ختم قرآن نہ ہو تو دوسری میں جانا جائز۔ جہاں پُورا قرآن پڑھا جائے۔

○ اُجرت معین کر کے قرآن پاک سنانا جائز نہیں، اسی طرح اُجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار۔ اُجرت ٹھہرانے سے یہی مراد نہیں کہ پہلے بات کر لی گئی ہو بلکہ اگر معلوم ہے کہ اس جگہ سے کچھ ملا کرتا ہے اور اسی یقین پر پڑھنے کیلئے رضامند ہو تو یہ بھی ناجائز کہ اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ کا کلیہ ظاہر۔ ہاں اگر یہ کہدے کہ میں کچھ لینے کی توقع پر نہیں پڑھاتا یا مسجد والے کہدیں کہ یہاں سے کچھ ملنے کی توقع نہ رکھیے اور پھر حافظ کی خدمت کر دیں تو اس میں حرج نہیں۔

افضل یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے پُوری تراویح پڑھیں اور اگر دو کے پیچھے پڑھنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ پُورے ترویحہ پر امام کو بدلیں۔

○ نابالغ امام کے پیچھے بالغ مرد عورت کی تراویح نہ ہو گی، یہی صحیح ہے۔ یہ جائز ہے کہ

ایک شخص عشاء کے فرض و وتر پڑھائے اور دوسرا تراویح۔

حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض و وتر کی امامت فرماتے اور اُبَیّ بن کعب تراویح پڑھاتے۔

رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ اگر عشا جماعت سے پڑھی اور تراویح نہیں پڑھی، تب بھی وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

تراویح بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر شرعی مکروہ ہے، بلکہ بعض کے نزدیک ہو گی ہی نہیں۔ حرکت سخت نامعقول ہے کہ امام تو کھڑا ہو کر پڑھ رہا ہے اور مقتدی بیٹھا ہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو شریک جماعت ہو جاتے بلکہ ایک اعتبار سے تو یہ منافقین کی علامت ہے۔

اِعتکاف

اعتکاف کے معنی ہیں عُزلت گزینی، اس کی تین قسمیں ہیں :-

① **اعتکاف واجب :** یعنی ایسا اعتکاف جس کی منت کرے اس کا ادا کرنا واجب ہو گا۔ اس کے لیے روزہ شرط ہے۔

② **اعتکاف مسنون :** یعنی رمضان کے آخر عشرہ میں روزہ کے ساتھ مسجد میں عُزلت گزینی۔

③ **اعتکاف مستحب :** یعنی چاہے ذرا سی ہی دیر کے لیے ہو، مسجد میں رہنے کی نیت کر لینا۔ اس میں نہ روزہ شرط نہ تعین وقت ضروری فقط نیت کر لینے سے ثواب ملتا ہے، یونہی اگر مسجد میں جا رہے ہو، دروازہ مسجد پر پہنچتے ہی نیت کر لو جب تک اس مسجد میں رہوں اعتکاف کا ارادہ کرتا ہوں۔ یقیناً ثوابِ اعتکاف ملے گا۔

اعتکاف مسنون جو سنت مؤکدہ کفایہ کا حکم رکھتا ہے کہ اگر بستی میں ایک نے بھی ادا کیا،

سب کی طرف سے ادا ہوا۔ اگر ایک نے بھی ادا نہ کیا، سب کے ذمہ بار رہا۔ اس کی صورت یہ کہ ۲۰ رمضان المبارک کو سورج ڈوبنے کے وقت سے رمضان کے پورے دن ختم کر کے شوال کا چاند دکھائی دینے تک مسجد ہی میں رہے، اس کے لیے روزہ شرط، مثلاً مریض یا مسافر نے اعتکاف کیا مگر روزہ نہ رکھا تو اعتکاف مسنون نہ ہوا نفل ہوا۔

اعتکاف واجب و سنت میں بغیر عُذر مسجد سے نکلنا حرام ہے۔ اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا۔ اگرچہ بھول کر ہی نکلا ہو۔

مُعتکف کو مسجد سے نکلنے کیلئے دو عُذر ہیں

① **حاجت طبعی:** جیسے پاخانہ، پیشاب، وضو، اِستنجا اور غسل کی حاجت ہو تو، غسل اور وضو۔ اگر مسجد میں وضو و غسل کے لیے جگہ بنی ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

② **حاجت شرعی:** یعنی جمعہ یا اذان کے لیے باہر جانا۔ قضائے حاجت کے لیے مسجد سے اپنے گھر یا کہیں اور باہر گیا تو طہارت کے بعد فوراً چلا جائے ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اگر اپنے کسی مکان میں جائے، جو مسجد سے زیادہ قریب ہو، اس میں جائے۔ اگر جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے۔ اس میں جمعہ نہیں ہوتا جمعہ ادا کرنے کے لیے جامع مسجد میں اذانِ ثانی سے اتنا پہلے جائے، سُنتیں پڑھ سکے، بہت پہلے سے نہ جا بیٹھے۔ فرض جمعہ ادا کرنے کے بعد چار یا چھ سُنتیں پڑھ کر فوراً واپس ہو جائے۔ اگر نمازِ جمعہ کے بعد دیر تک نہ آئے یا بقیہ اعتکاف وہیں پورا کرے تو بھی اعتکاف فاسد نہ ہوا، لیکن ایسا مکروہ ہے۔

اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جسمیں جماعت نہیں ہوتی تو صرف جماعت کیلئے دوسری مسجد میں جانے کی اجازت ہے۔

اگر مسجد اعتکاف گر گئی یا کسی نے زبردستی اس مسجد سے نکال دیا تو فوراً دوسری مسجد میں چلا جائے اور اعتکاف پورا کرے۔

اگر ڈوبتے یا جلتے کو بچانے یا گواہی دینے یا جہاد یا جنازہ کی نماز میں شرکت یا مریض کی عیادت وغیرہ کسی کام کے لیے مسجد سے باہر نکلا تو پھر بھی اعتکاف فاسد ہو گیا۔

پاخانہ پیشاب کے لیے مسجد سے باہر گیا تھا۔ راہ میں کسی قرض خواہ نے روک لیا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ معتکف کو عورت کا بوسہ لینا، چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ اگر ایسی صورتوں سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد ہو گیا۔ قصداً ہو یا سہواً، انزال ہو یا نہ ہو۔

حالتِ اعتکاف میں نکاح کر سکتا ہے اور عورت کو رجعی طلاق دی تھی تو زبانی رُجعت[1] بھی کر سکتا ہے۔ گالی گلوچ بکنے اور جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہوتا۔ مگر بے نور و بے برکت ہو جاتا ہے۔ کھانے پینے سونے کے لیے مسجد سے باہر نہ جائے۔ مُعتکف کے لیے یہ سب کام مسجد ہی میں جائز، مگر اس کی احتیاط رکھے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

مُعتکِف کو اپنے یا اپنے بال بچوں کو ضرورت کے لیے ایسی حالت میں کہ کوئی اور معتبر لانے والا نہ ہو، مسجد میں خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں موجود نہ ہو یا ہو تو زیادہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت تجارت کے لیے ہو تو ناجائز۔

جن باتوں میں نہ ثواب ہو نہ گناہ، وہ بھی بے ضرورت معتکف کو نہ کرنی چاہئیں اکثر اوقات تلاوتِ قرآن مجید، ذکرِ الٰہی، درود شریف و مطالعہ کتبِ دین و درس و تدریس و کتابتِ علم دین میں معروف رہے صرف چپکا بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔ ہاں مراقبہ دوسری چیز ہے۔ اعتکاف نفل اگر کسی وجہ سے بیچ میں چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں اور اعتکافِ مسنون کو توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔

صُورتِ اعتکاف مسنُون

عُمدہ صورت یہ ہے کہ ۲۰ رمضان کی عصر و مغرب کے درمیان باوضو مسجد کو جائے۔ پہلے دایاں قدم مسجد میں بہ نیت اعتکاف یہ کہتے ہوئے داخل کرے کہ بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ (یہ دُعا ہمیشہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھنی سُنّت ہے) اگر

[1] شوہر کا اپنی مطلقہ بیوی کی طرف رجوع کرنا۔

قبل عصر داخل ہوا ہے تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے ورنہ نہیں۔ مسجد کے کسی ایک گوشہ میں اس طرح علیحدہ بیٹھ رہے کہ اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ اگر علیحدگی کے لیے کوئی پردہ وغیرہ ڈالے تو وہ ایسے انداز پر نہ ہو کہ اس کی وجہ سے جماعت کی صف منقطع ہو جائے یا دونوں طرف برابر نہ رہے اس علیحدگی سے مقصد محض یکسوئی کا حاصل کرنا اور گیان و دھیان میں مشغول ہونا ہے۔ کما قیل ؎

معتکف خانہ خدا میں بنو ؛ کچھ تو سیکھو طریقۂ تجرید

لَیلۃُ القدر

یہ دس دن اور راتیں بالکل یادِ خدا میں گزریں، لَیلَۃُ القَدرِ بھی ان ہی دس راتوں میں سے کسی ایک میں ہوگی، زیادہ غالب یہ ہے کہ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ یا ۲۹ ویں راتوں میں سے کسی ایک میں ہو، اس بڑی عزت والی رات کے برکات سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہر رات انتظارِ انوار و تجلیاتِ الہیہ میں قلبی آنکھوں کو مشتاقِ دیدار بنانے سراپا شوق بنا رہے۔

روزہ میں نفسانی مجاہدہ، ماسوا اللہ سے انقطاع کا مقدمہ تھا، اس عزلت گزینی میں نفس کُشی کی پوری صورت اب رمضان رخصت ہوتا ہے۔ امیدوار بندہ دامنِ امید پھیلائے دربارِ خداوندی میں حاضر اور بکمال عجز عرض پرداز ؎

کہ خدایا نہ ہو سکی طاعت ؛ نہ ہوا ہم سے کوئی کارِ سعید
نہ ہوئی تیرے حکم کی تعمیل ؛ نہ ہوئی اہلِ رشد کی تقلید
کوئی خدمت بجا نہ لائے ہم ؛ جنسِ عقبیٰ کی کر نہ سکے خرید
جو ہوا تیری مہربانی سے ؛ ناتوانوں کی تو نے کی تائید
شکر کی تو نے ہم کو دی توفیق ؛ شکر تیرے تیری نعمتیں ہیں مزید
شکرِ نعمت بھی تو نے سکھلایا ؛ ورنہ تھا ہم سے تو بہت بعید
رمضان کا مہینہ یوں گزرا ؛ ختم روزہ ہوئے تو آئی عید

اس کی عطا اور اس کا کرم ایسا کہ عید الفطر کی،

لیلۃُ العید

تمام شب ملائکہ خوشیاں منانے میں معروف، انوار و تجلیاتِ الہیہ عالم کی طرف متوجہ اور پھر رب العزت اپنے فرشتوں سے اس طرح مخاطب کہ "اے گروہِ ملائکہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے اپنا کام پورا کیا" فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کو پورا اجر دیا جائے۔

اللہ عزّ و جل فرماتا ہے: "میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے سب کو بخش دیا"۔

وہ ربِ کریم فرماتا ہے کہ: "روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا۔ یا اس کا بدلہ میں ہی ہوں۔ کیونکہ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے" اس لیے اس رات کو بھی بہتر تو یہ ہے کہ یادِ الٰہی میں گزاریں۔ ورنہ عشاء کی نماز باجماعت تکبیرِ اُولیٰ میں شریک ہو کر پڑھیے پھر سو جائیے۔ فجر کی نماز کی تکبیرِ اُولیٰ میں شریک ہو جائیے۔ شب بھر بیداری کے ساتھ عبادت میں معروف رہنے کا ثواب (ہمیشہ ہر رات کو ایسا ہی کرو تو کیسا اچھا امید قطعی ہے کہ قائم اللیل ہونے کا ثواب ملے) حدیث میں آیا جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے۔ اس کا دل اس دن نہ مرے گا۔ جس دن لوگوں کے دل مرجائیں گے (یعنی قیامت کے دن) نیز فرمایا کہ جو پانچ راتوں میں بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں راتیں، عید الفطر کی رات اور پندرھویں شعبان کی رات۔

عیدُ الفطر

جب سرکارِ عالم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اہلِ مدینہ کو دیکھا کہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے (مہرگان نیروز) فرمایا: "یہ کیا دن ہیں؟" لوگوں نے عرض کیا:- "جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشی کرتے تھے۔" فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے

بہتر دو دن تمہیں دیئے۔ عید الاضحیٰ و عید الفطر۔

اس لیے عید الفطر کے مبارک دن صبح سویرے اُٹھیے، نمازِ فجر سے فارغ ہو کر خط بنوا لیجیے، ناخن ترشوائیے، مسواک کیجیے، غسل فرمائیے۔ حسبِ استطاعت مشروع جائز اچھے کپڑے پہنیے نئے ہوں تو وہ، ورنہ دُھلے ہوتے ہی، خوشبو لگائیے، جانے سے پہلے چند کھجوریں، چھوارے یا کوئی میٹھی چیز کھائیے۔ بہتر یہ ہے کہ تین کھجوریں یا چھوارے کھائیے کہ سُنّت یہی ہے۔

خود تو کھاتے پیتے، خوشیاں مناتے ہو، اپنے غریب بھائی، بہنوں، مسلمان یتیم و لاوارث بچّوں کا خیال کیجیے اور صدقۂ فطر دیجیے۔

صدقۂ فطر

روزے معلّق رہیں گے، جب تک صدقۂ فطر نہ دو گے، جو کچھ لغو اور بے ہودہ باتیں روزہ میں ہو گئیں، صدقۂ فطر روزوں کو اُن سے پاک کر دے گا۔ صدقۂ فطر عید کے دن صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے، ہر مسلمان آزاد جس کی مِلک میں اس وقت حاجت اصلی[1] سے فاضل نصاب[2] کے قابل مال ہو (زکوٰۃ کے لیے نصاب پر سال گزرنا لازم مگر صدقۂ فطر کے لیے نہیں) مرد پر یہ بھی واجب ہے کہ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دے (اور بالغ اولاد کو دینے کی ہدایت کرے) اگر باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے، اپنے یتیم پوتا پوتی کی طرف سے وہ صدقۂ فطر دے۔

ایک صدقۂ فطر کی مقدار گیہوں یا اس کا آٹا یا آدھا صاع، کھجور، منقّی، یا جو، یا اس کا آٹا یا ستّو ایک صاع بالکل صحیح تحقیق سے یہ ثابت کہ ایک صاع، آج کل کے سکّہ کے تین سو اکاون روپیہ (جب کہ ہر روپیہ کا وزن ایک تولہ ہو) اس کے وزن کے برابر ہوتا ہے اور آدھا صاع ایک سو پچھتر روپے اور اٹھنی بھر وزن کے برابر۔ گیہوں اور جَو دینے سے آٹا دینا افضل اور پھر آٹے سے بھی بہتر اس کی قیمت کا دینا۔ صدقۂ فطر ہمیشہ اچھی عُمدہ قسم کا ہو۔ اس لیے قیمت دے تو بھی عمدہ قسم کے گیہوں یا جَو۔ اگر خراب قسم کا غلہ دیا یا معمولی درجہ

حاشیہ [1] اور [2] اگلے صفحہ پر

کے اناج کی قیمت لگائی تو اسی قدر صدقۂ فطر میں کمی رہے گی۔ جس کا پورا کرنا واجب، اگر چاول، جوار، باجرہ یا کسی اور ایسے ہی غلہ کی قسم کا لحاظ کر کے دے یعنی نصف صاع، گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت میں جتنا غلہ آئے اسی قدر، یہاں تک کہ گیہوں یا جَو کی پکی پکائی روٹی دے تو بھی گیہوں یا جَو کی قیمت کے لحاظ سے۔

وقت

وقت مسنون و بہتر یہ ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے اور اگر نہ دیا تو واجب سر پر رہے گا۔ عمر بھر میں جب دینا چاہے ادا ہو جائے گا۔

عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے، پس جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا مالدار تھا فقیر ہو گیا یا کافر صبح ہونے کے بعد مسلمان ہوا یا بچّہ پیدا ہوا تو واجب نہ ہوا۔

صدقۂ فطر کس کو دیا جائے؟

صدقۂ فطر کے مستحق وہی ہیں جو زکوٰۃ کے حقدار ہوں مگر عاملوں[3] کا اس میں حق نہیں۔ مسلمان فقیر یعنی ایسا ضرورت مند جس کے پاس نصاب کے قابل مال نہیں۔ یا اگر ہے تو قرض وغیرہ میں ڈوبا ہوا۔ مسلمان مسکین یعنی ایسا ضرورت مند جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، نہ ستر ڈھکنے کو کپڑا، نہ پیٹ بھرنے کو کھانا، جہاد یا حج کو جانے والا مفلس، علمِ دین پڑھنے پڑھانے والا متعلّم یا معلّم، ایسا ضرورت مند مسلمان مسافر جس کے پاس اس وقت سفر میں نصاب کے قابل مال نہ ہو (اگرچہ گھر پر سب کچھ ہو)

---

[1] حاجت اصلی سے مراد وہ ضروریاتِ زندگی، جن کا انسان اپنی حیثیت کے مطابق زندہ رہنے کے لیے محتاج ہے مثلاً رہنے کا مکان، جاڑے گرمی کے کپڑے، خانہ داری کا سامان، سواری کا جانور، مجاہد کے لیے ضروری ہتھیار، پیشہ ور کے لیے اوزار، علمائے کے لیے ضرورت کی کتابیں۔ منہ

[2] نصاب ہر مال کا جداگانہ ہے، سونا ۷½ تولہ چاندی ۵۲½ تولہ، اونٹ ۵، گائیں ۳۰، بکریاں یا بھیڑیں ۴۰، تجارت کی چیزیں سونے یا چاندی کے نصاب کی قیمت ہوں۔ منہ غفرلہ

[3] اگلے صفحہ پر

بے یارو مددگار یتامیٰ ہوں، یا متعلّم و معلّم یا فقیر و مسکین عالم جو زیادہ ضرورت مند، وہی زیادہ مستحق، اپنی اصل یعنی دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ اور اپنی اولاد بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ کے سوا جو رشتہ ناتہ میں زیادہ قریب، وہی سب سے اوّل حقدار، پھر ضرورتمند پڑوسی، پھر جو اپنی بستی میں زیادہ حاجتمند پڑوسی، پھر جو اپنی بستی میں زیادہ حاجتمند ہو، وہی دینے کیلئے اُولیٰ۔

فقیر اگر عالم ہو تو اُسے دینا جاہل کے دینے سے افضل، مگر عالم کو دے تو اس کے اعزاز کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادب کے ساتھ نذر کی صورت میں دے معاذ اللہ! اگر عالم دین کی حقارت[1] کا وہم بھی دل میں آیا تو یہ ہلاکت بہت سخت ہلاکت ہے۔

کافر کو صدقۂ فطر دینے سے ہرگز ادا نہ ہوگا۔ اکثر ناواقف غیر مسلم بھنگیوں کو صدقۂ فطر کا اناج تقسیم کیا کرتے ہیں۔ یہ تقسیم مال کا برباد کرنا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ زکوٰۃ و صدقۂ فطر وغیرہ ذِمّی کافر کو بھی دینا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ان حَربی کُفّار کو جنہیں معمولی نفل خیرات بھی دینا جائز نہیں۔ نیز مسلم نما بدعقیدہ لوگ بھی ہرگز زکوٰۃ و صدقات کے مستحق نہیں مثلاً تبرّائی، رافضی، خارجی، قادیانی، بابی اور خدا جل و علا و انبیاء علیہم التحیۃ والثناء میں سے کسی کی جناب میں ادنیٰ گستاخی کرنے اور کلماتِ توہین بکنے اور لکھنے والے کہ وہ یقیناً اسلام سے خارج۔

ایک شخص کا فطرہ ایک ہی آدمی کو دینا بہتر اگر کئی کو تقسیم کیا تو بھی ادا ہوگیا اسی طرح چند آدمیوں کا فطرہ ایک مستحق کو دینا جائز۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] عامل بیت المال کے کارندہ، حکومت اسلامیہ کے بیت المال کے کارندوں کو یعنی زکوٰۃ و صدقات وصول کرنیوالوں کی تنخواہیں صدقۂ فطر کی رقم میں سے نہیں دی جاسکتیں ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ موجودہ)

[1] کہ عالم کو عویلم یعنی مُلّانٹا یا مُلّانا جیسے تحقیر کے کلمات کہنا بھی کفر ہے۔ (عالمگیری۔ منہ غفرلہٗ)

نمازِ عید

نمازِ عید کے لیے شہر سے باہر عیدگاہ جانا سُنّت ہے۔ اگرچہ مسجد میں گنجائش ہو، بلاوجہ نمازِ عید چھوڑنا گمراہی اور بدعت ہے، ہاں اگر کوئی عُذرِ شرعی مانع ہو تو اجازت خوشی ظاہر کرتے ہوئے کثرت سے صدقات و خیرات دیتے، اطمینان و وقار کے ساتھ نیچی نگاہ کئے آپس میں مبارک باد دیتے، یہ تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ جایئے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ

عیدگاہ میں پہنچ کر جہاں جگہ پایئے بیٹھ جایئے لوگوں کو پھلانگ کر جانا سخت بے تمیزی ہے۔ جب تک نماز کھڑی ہو تکبیر و تہلیل و ذکرِ الٰہی میں معروف رہے۔

نمازِ عید سے قبل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ عیدگاہ میں ہو یا گھر پر، نیز نمازِ عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ، گھر پر پڑھ سکتا ہے۔

وقت ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد سے ضحوہ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک نمازِ عید کا وقت ہے مگر عید الفطر میں آفتاب بلند ہونے کے بعد ذرا دیر سے نماز پڑھنا مستحب۔ لیکن نہ اتنی کہ نمازِ عید کا سلام پھیرنے سے پہلے زوال ہوجائے کہ اس شکل میں نماز ہی نہ ہوگی۔

نمازِ عید کی ترکیب اور ضروری مسائل

دو رکعت نماز واجب عید الفطر چھ تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کی نیت کیجئے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھیے اور پھر سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ

آخر تک پڑھیے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھایئے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیجئے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اُٹھایئے اور چھوڑ دیجئے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اُٹھایئے اور باندھ لیجئے۔ پھر امام اَعُوْذُ وَبِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور جو کچھ قرآن شریف سے پڑھنا ہے، جہر کے ساتھ پڑھے، مقتدی خاموش کان لگائے سُنتے رہیں سُنائی نہ دے تو چُپ چاپ کھڑے رہیں۔ رکوع سجدوں سے نمٹ کر دوسری رکعت میں پہلے اَلْحَمْدُ اور جو کچھ قرآن شریف سے پڑھنا ہے، پڑھے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اُٹھایئے اور چھوڑ دیجئے۔ پھر کانوں تک اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جایئے اور نماز پوری کیجئے۔ بعد سلام خشوع و خضوع کے ساتھ مالک بے نیاز کی بارگاہ میں دستِ تمنّا پھیلائے ہوئے مانگئے، جو کچھ مانگنا ہے کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی نہیں، اب مانگ لو کہ ادھر دریائے رحمت جوش میں ہے۔ ابرِ کرم کے چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ جو آج بھرپور ہو جائے اور بدنصیب ہے وہ جو اس مبارک ساعت میں بھی محروم رہ جائے۔

خُطبہ

نمازِ عید کے بعد امام کو دو خطبہ پڑھنا اور سب مقتدیوں کو غور و توجہ کے ساتھ چُپ چاپ سُننا سُنّت ہے۔

خطیب پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے ۹ بار اور دوسرے سے پہلے ۷ بار اور منبر سے اُترنے سے پہلے ۱۴ بار اللہ اکبر کہے۔

اتّباعِ امام امام نے اگر نماز میں چھ تکبیر سے زیادہ کہیں تو مقتدی بھی امام کی پیروی کرے۔ لیکن اگر تیرہ سے بھی زیادہ کہے تو پھر پیروی نہ کرے۔

پہلی رکعت میں امام کے تکبیریں کہنے کے بعد مقتدی جماعت میں شامل ہوا تو اسی وقت

تین تکبیریں کہہ لے، اگرچہ امام نے قرأت شروع کر دی ہے۔ اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں تھیں کہ امام رکوع میں چلا گیا تو خود بھی رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لے، اور اگر امام کو رکوع میں پایا اور غالب گمان یہ ہے کہ تکبیریں کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو کھڑے کھڑے تکبیریں کہہ دے۔ اب اگر یہ تکبیریں کہنے نہ پایا تھا کہ امام نے رکوع سے سر اُٹھا لیا تو تکبیریں اس کے ذمّہ سے ساقط ہو گئیں۔ رکوع میں جب تکبیر کہے تو ہاتھ نہ اُٹھائے

اگر امام کے رکوع سے اُٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے، جب اپنی اس رکعت پُورا کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے تب کہہ لے۔ دوسری رکعت کی تکبیروں کی بھی یہی صورت ہے کہ رکوع تک کہہ سکے کہہ لے۔ ورنہ جب اس رکعت کو پورا کرنے کھڑا ہو کہہ لے۔

امام تکبیریں کہنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے نہ رکوع میں تکبیریں کہے۔

پہلی رکعت میں امام تکبیریں بھول گیا، قرأت شروع کر دی، تو رکوع سے پہلے قرأت کے بعد کہہ لے۔ کسی عُذر کے سبب عید کی نماز نہ ہو سکی۔ مثلاً سخت بارش تھی یا چاند کی گواہی ایسے وقت گزری کہ اب نماز کا وقت نہیں رہا تو دوسرے دن پڑھ لیں۔

عیدگاہ جانے اور واپس آنے کے آداب

عیدگاہ جانے کے لیے اگر پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہو تو بھی افضل ورنہ سواری پر جائے اور سواری پر واپسی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

جس راہ سے عیدگاہ کو جائے، واپسی کے وقت اس کے سوا کسی دوسرے راستہ کو اختیار کرے کہ یہی سُنّت ہے بعد نمازِ عید معانقہ و مصافحہ کرنا جیسا عموماً مسلمانوں میں رائج ہے، ایک فعلِ مستحسن ہے کہ اس میں اظہارِ مسرت بھی ہے۔ اور جن کے دلوں میں بغض و کدورت تھی ان کے ملاپ کی بھی بہترین صورت ہے اہل اللہ کے نزدیک اس وقت کے معانقے میں خاص

برکت کہ ایک ذاکر و شاغل قلب، انوار و تجلّیاتِ الٰہیہ کی جو خاص نورانیت اور کیفیت اپنے قلب میں پا رہا ہے۔ دوسرے اہلِ دل بھی اس سے مُتمتّع ہوں اور روزہ کے مجاہدہ، شب زندہ داری کی ریاضت اور نماز عید کی سعادت نے جو نسبت قلب میں پیدا کی ہے۔ اس کی چاشنی دوسروں کے لیے بھی حرص دلانے والی اور شوق بڑھانے والی بنے۔ آج قلبی آنکھوں کو محوِ تماشا کیا جا رہا ہے تو کل انشاء اللہ تعالےٰ میدانِ محشر میں بے نقاب جلوہ گر ہوں گے اور بے حجابانہ عُشّاق کو دیدار دکھائیں گے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ سے اسی طرف اشارہ۔

فائز المرام ہونے والوں سے درخواست کہ ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بہ یاد آر حریفاں بادہ پیما را

——— وَالسَّلَامُ مَعَ الْاِکْرَام ———

قال بفمہٖ وامر برقمہٖ
محمد عبد العلیم الصدیقی القادری غفر اللہ عنہ
ولوالدیہ بجاہ النبی العربی صلی اللہ تعالیٰ
وعلیٰ آلہٖ واصحبہٖ وابنہ وحزبہٖ آمین ثم آمین

۱۔ توجہ اتحادی صوفیائے کرام بصورت معانقہ ہی ادا کرتے ہیں۔ منہ غفرلہٗ